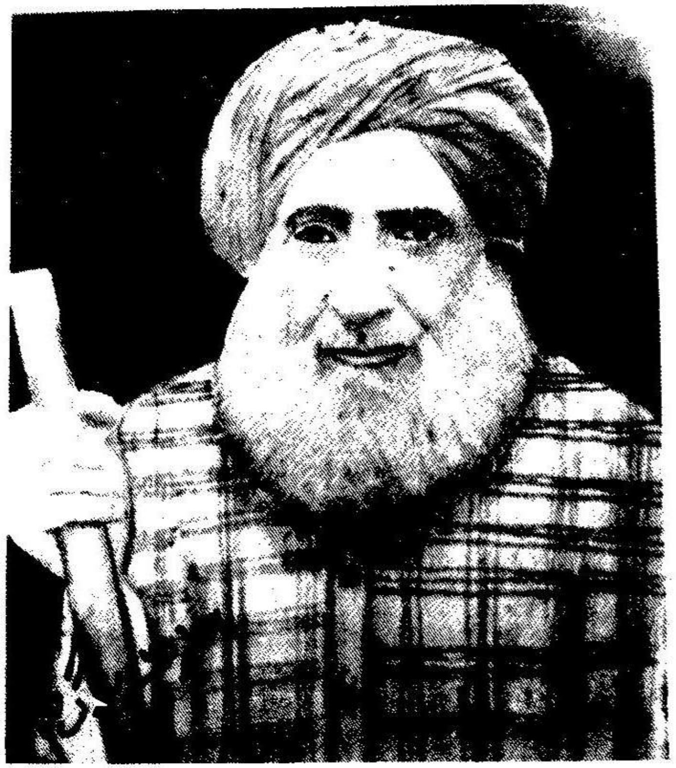
(صرف احمدی احباب کے لیۓ)

رت عبدالستار خان افغانؒ

المعروف بزرگ صاحب

اور آپ کا خاندان

عبدالرحیم خان عادل مولوی فاضل



حضرت عبد الستار خان افغان المعروف بزرگ صاحبؒ

عناوین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتذار

یہ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ خاکسار سید احمد نور خان صاحب کابلی ؓ کی کتاب "شہید مرحوم کے چشم دید واقعات" پڑھ رہا تھا جو دو حصوں پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ حضرت عبدالستار خان افغان ؓ المعروف بزرگ صاحب سے منسوب ہے۔ خاکسار کو یہ دیکھ کر اچنبھا ہوا کہ اس میں حضرت بزرگ صاحب کے علاوہ آپ کے دو بھائیوں حضرت عبدالغفار خاں ؓ اور حضرت محمد مہروز خان عرف "میرو" کا ذکر بڑا سرسری بلکہ برائے نام تھا۔ حتی کہ یہ بھی واضح نہ تھا کہ ہر سہ ۳ بزرگ آپس میں سگے بھائی ہیں نیز یہ کہ ہر سہ ۳ برادران کی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اہم خدمات اور قربانیاں ہیں۔ اسی دوران حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کی کتاب "حضرت شہزادہ سید عبداللطیف شہید ؓ" کے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ جس میں آپ نے شہید مرحوم کی زندگی اور واقعہ شہادت کو حضرت مسیح موعود ؑ کی تحریرات مبارکہ سے مزین کر کے بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی آپ نے حضرت بزرگ صاحب والا حصہ سید احمد نور صاحب کی کتاب "شہید مرحوم کے چشم دید واقعات" حصہ دوئم سے اخذ کیا ہے۔ لہٰذا اس میں بھی حضرت عبدالستار خان افغان المعروف بزرگ صاحب اور آپ کے خاندان کے تفصیلی حالات کا فقدان ہے اس لئے خاکسار کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت بزرگ صاحب اور آپ کے خاندان کے تفصیلی حالات جس قدر بھی ممکن ہو اکٹھے کر کے شائع کر دیئے جائیں۔ ابھی خاکسار اس سلسلہ میں ضروری مواد جمع کرنے

میں مصروف تھا کہ درس قرآن رمضان المبارک لندن ۱۹۹۴ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح رابع ایدہ اللہ تعالیٰ کو حاضرین درس سے یہ استفسار فرماتے سنا کہ عبدالستار خان کون تھے؟ ظاہر ہے حضور کا استفسار بزرگ صاحب کے روحانی مقام کے بارہ میں نہ تھا بلکہ آپ کے خاندان، آپکی قومیت اور وطنیت کے پس منظر سے تھا اس سے خاکسار کو بہت شرمندگی اور مایوسی ہوئی چنانچہ خاکسار نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ میسر ہے اسے ہی اکٹھا کر کے شائع کر دیا جائے۔

تاخیر کی پہلی وجہ تو خاکسار کی اہلیہ سیدہ ناصرہ خان کی علالت تھی جو ۱۹۸۴ء میں نمودار ہو کر ۸۶-۷-۱۴ کو آپ کی وفات پر منتج ہوئی۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں گھریلو حالات کچھ نہ کچھ متاثر ہوتے ہیں لیکن تاخیر کی اصل اور بڑی وجہ حضرت عائشہ بیگم زوجہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب افغانؓ جو حضرت بزرگ صاحب کی بھتیجی اور خاکسار کی پھوپھی اور رضاعی والدہ ہیں کی وہ کیسٹ ہے جو آپ کے بیٹے عبدالکریم خان نے مورخہ ۷۵-۱-۲۳ کو حضرت سید عبداللطیف قربان راہ مولیٰ کے حالات زندگی کے حوالہ سے بطرز سوال و جواب اپنی امی کی زبانی ریکارڈ کی۔ جس میں آپ فرماتی ہیں کہ "ہمارے آباء و اجداد منگولیا کے رہنے والے تھے اور منگولیا سے افغانستان آئے تھے" لہٰذا اس ایک فقرہ کی تصدیق اور صحت جاننے کی خاطر خاکسار کو تاریخ افغانستان سے منگولوں کی فتوحات اور ان کے دور حکومت کی بہت زیادہ ورق گردانی کرنی پڑی۔

نہ صرف اس لئے کہ اس خطہ ارضی سے خاکسار کے آباء و اجداد کا تعلق ہے بلکہ اس لئے کہ اس ملک کے حکمرانوں نے اللہ تعالیٰ کے فرستادہ امام وقت مہدی آخر زمان پر ایمان لانے والے ایک بہت بڑے عالم دین عالم باعمل متقی خدا رسیدہ بزرگ سید عبداللطیف کو نہایت ظالمانہ طریق سے سنگ باری کر کے قتل کیا کہ جس

سے اللہ تعالیٰ کے مامور مہدی آخر الزمان کا دل اس بری طرح سے دکھا کہ آپ کے دل سے بے اختیار یہ الفاظ جاری ہوئے "اے سرزمین کابل گواہ رہ کہ تیرے پر نہایت ظلم کا ارتکاب کیا گیا ہے اے بد قسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی ہے کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے"۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۱۰۳)

مہدی موعودؑ کا یہ فرمانا کہ "اے بد قسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی ہے" کوئی معمولی بات نہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ تقریباً پوری صدی سے اس زمین پر کیا ہو رہا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا اقوام متحدہ کا ادارہ بھی اس خانہ جنگی اور انسانی تباہی و بربادی کو بند کرانے اور امن قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہے لیکن تا حال ناکام ہے۔

اس لئے خاکسار اس ملک کی ماہیت اور اصلیت جاننا چاہتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں ان کی کیا تاریخ ہے۔ منگولوں، چنگیزیوں اور تاتاریوں کی فتوحات اور ان کے مظالم اور قتل عام کی کچھ داستانیں تو خاکسار نے سن رکھی تھیں لیکن مختلف تاریخی کتب میں ان لوگوں کی وحشت درندگی اور مظالم کی جو داستانیں موجود ہیں انہیں پڑھ کر افغانستان کے صوبہ خوست کے منگالوں سے ان کی کوئی نسبت نہیں ملتی یہی بات جناب ڈاکٹر سید محمد ہاشم خان آف پشاور نے خاکسار کو ملاقات کے دوران بتائی۔ تاریخی لحاظ سے اس خطہ اراضی (افغانستان) کی ابتدائی تاریخ میں یہاں دو اقوام کا نمایاں ذکر ملتا ہے آریہ اور اسرائیل اور قدیمی روایات کے حامل افغان بھی خود کو ان دو قوموں کی طرف منسوب کرتے ہیں اگرچہ مؤرخوں میں اس بارے میں بھی اختلافات ہیں لیکن ان قوموں کی اس خطہ اراضی میں موجودگی ان کی عبادت گاہیں اور ان کے مقبرے اور بعض جگہ ان کی نسلی موجودگی ان روایات کی تصدیق کرتی ہیں۔ بہر حال یہ ایک لمبی تاریخ ہے۔

خاکسار نے افغانستان کے صوبہ خوست کے اندر جو منگل قوم آباد ہے اس کی تاریخ جاننے کی کوشش کی ہے کیونکہ ہمارے آباءو اجداد کا تعلق اسی علاقہ میں آباد منگل نسل سے ہے۔ جس کی قدرے تفصیل آپ اس کتاب کے اندر ملاحظہ فرمائیں گے۔

خاکسار کی نہایت معذرت کے ساتھ درخواست ہے کہ خاکسار کی اس غیر اختیاری تاخیر کو نظرانداز فرمایا جائے اس سلسلہ میں اگر کوئی صاحب کسی حتمی حوالہ کے ساتھ کوئی اصلاح کرنا چاہیں یا کسی غلطی کی نشاندی کریں تو اسے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ شکریہ

خاکسار محتاج دعا

عبدالرحیم خان عادل مولوی فاضل

پسر عبداللہ خان افغانؒ درویش مرحوم

۱۴-۱۰-۹۷

امتنان

اس مقالہ کی تیاری و تکمیل کے سلسلہ میں خاکسار حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت اور آپ کی تصنیف تاریخ احمدیت جلد ۳، ۱۳، ۱۶ و شہزادہ سید عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ اور جناب چوہدری محمد سلطان اکبر پروفیسر جامعہ اور مرزا نصیر احمد صاحب مربی (چٹھی مسیح) کے تعاون و نظر ثانی کا بے حد مشکور ہے مرزا نصیر احمد صاحب نے بہت ہی مفید اصلاحات فرمائیں اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اور اپنی محترمہ والدہ مرحومہ کے حوالہ سے حضرت بزرگ صاحب سے منسوب ایک واقعہ لکھ کر دیا جو کتابچہ میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ خاکسار عزیزہ آصفہ بیگم اہلیہ محمد رفیع خان ابن محمد شہزادہ خان مرحوم کا بھی مشکور ہے جنہوں نے بڑے خلوص اور توجہ کے ساتھ مقالہ پڑھا اور بعض مفید اصلاحات کی طرف توجہ دلائی۔

خاکسار عدم تشکر کا مرتکب ہوگا اگر وہ عزیزہ ثمینہ خان مشہود سیکرٹری لجنہ اماء اللہ ماڈل ٹاؤن کا شکریہ ادا نہ کرے جس کی خاص دلچسپی اور مالی اعانت کتاب کی طباعت میں حوصلہ افزائی کا باعث ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب حضرات کو اپنی جناب سے جزائے خیر دے۔ ان کے کام، عمر اور صحت میں برکت ڈالے اور ان کی نیک تمناؤں کو پورا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

انتساب

ان حضرات کے نام

جو خود کو حضرت بزرگ صاحبؓ

کے خاندان اور آپ کی نسب سے منسوب یا منسلک کرتے ہیں۔

ان معتقدین کے نام

جو حضرت بزرگ صاحبؓ

کی زندگی کو خود کے لئے اسوہ بنا کر

آپ کی تقلید کی کوشش کرتے ہیں۔ ع

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں تمنا میری

خاکسار محتاج دعا

عادل عفی اللہ عنہ

حضرت عبد الستار خان صاحب افغانؓ کے حالات زندگی

حضرت عبد الستار خان افغان المعروف بزرگ صاحبؓ کی زندگی کے حالات اور آپ کے روحانی مقام پر متعدد احباب جماعت نے مضامین لکھے ہیں اور وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے ہیں ان سب میں نمایاں اور جامع مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خطبہ جمعہ ہے جو آپ نے آپ کی وفات پر بیت اقصیٰ قادیان میں مورخہ ۲۸-۱۰-۱۹۳۲ کو پڑھا۔ خاکسار اس خطبہ جمعہ میں موجود تھا اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس ارشاد ہے جو ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ربوہ میں منعقد ہوئی۔ جس نے بزرگ صاحب کے روحانی مقام کی بلندی کو جاوید اور قابل تقلید بنا دیا۔ لیکن کسی شخص کے حالات زندگی کی تکمیل کے لئے اس کی قومیت اور وطنیت کا ذکر عام طور پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ذکر صرف دو احباب کے مضامین میں ملتا ہے اور اس میں بھی بظاہر تضاد دکھائی دیتا ہے جس کا آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اپنی تعلیم کے حصول کے شوق میں بزرگ صاحب بچپن میں گھر سے نکلے تو چند علماء کی شاگردی اختیار کرنے کے بعد آپ حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کی شاگردی میں آگئے اور اس طرح آئے کہ پھر اپنے مسکن (غریب زئی) منگل نہیں گئے اور تمام عمر آپ کی صحبت اور معیت میں گذار دی اسی بناء پر آپ کو بعض احباب نے "سید" کے خطاب سے بھی نوازا ہے اور شاید اسی وجہ سے حضرت

خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنے درس قرآن مجید منعقدہ رمضان المبارک ۱۹۹۴ء حاضرین سے یہ استفسار کرنا پڑا کہ عبدالستار خان کون تھے؟

اس لئے خاکسار بزرگ صاحب کے خاندان کے مختصر تعارف کے بعد سب سے پہلے آپ کی قومیت اور جاء سکونت کے بارہ میں عرض کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

بزرگ صاحبؓ کا خاندان

حضرت بزرگ صاحبؓ کے والد محترم کا نام دیندار خان تھا۔ آپ کے ۴ بیٹے تھے۔

۱۔ عبدالغفار خانؓ ۲۔ عبدالستار خانؓ المعروف بزرگ صاحب ۳۔ محمد مہروز خان عرف محمد میرو۔ ۴۔ جمعہ خان

عبدالغفار خان کا ایک بیٹا عبداللہ خان افغانؓ اور ایک بیٹی عائشہ بیگم تھی حضرت بزرگ صاحب تمام عمر اللہ تعالیٰ سے عشق اور اس کی معرفت کے حصول میں ایسے گم ہوئے کہ انہیں شادی کے زمانہ کا احساس تک نہ ہوا۔ اور تمام عمر شادی سے بے نیاز گذر گئی۔ اور محمد مہروز خان شادی شدہ تھے۔ مگر بے اولاد تھے۔ اور جمعہ خان ہماری پھوپھی عائشہ بیگم کے مطابق ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی تھا۔ جمعہ خان ایک مرتبہ خاکسار کی موجودگی میں ہمارے گھر واقع باب الانوار قادیان اپنے بڑے بھائی محمد مہروز خان سے ملنے آئے۔ خاکسار نے دونوں بھائیوں کی بلند آواز میں تکرار سنی غالباً محمد مہروز خان کہہ رہے تھے کہ "آئے ہو تو بیعت کر کے جاؤ"۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ خاکسار کے قریب سے تیز تیز قدموں کے ساتھ گذر گئے اور پھر دوبارہ قادیان نہیں آئے۔ یوں آپ قبول احمدیت کی سعادت سے محروم رہے۔

بزرگ صاحبؓ کی قومیت

حضرت عبدالستار خان افغان المعروف بزرگ صاحب کے وصال کی پہلی خبر آپ کے حالات زندگی پر مختصر نوٹ کے ساتھ الفضل ۲۰-۱۰-۱۹۳۲ میں شائع ہوئی۔ آپ کے حالات زندگی پر قدرے تفصیل کے ساتھ پہلا مضمون حضرت مفتی محمد صادقؓ کا الفضل مورخہ ۳۰-۱۰-۱۹۳۲ میں شائع ہوا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب نے آپ کی زندگی کے حالات پر مضمون لکھا جو الفضل مورخہ ۱۷-۱۱-۱۹۳۴ میں شائع ہوا۔ اس کے بعد متعدد احباب جماعت نے بزرگ صاحب کے حالات زندگی پر مضمون لکھے اور یہ سلسلہ گاہے بگاہے تاہنوز جاری ہے۔ آپ کی قومیت اور وطنیت پر مندرجہ بالا دو حضرات نے روشنی ڈالی ہے لہٰذا ان کے مضامین سے اقتباس پیش ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا بیان

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں "حضرت مولوی عبدالستار صاحب افغان المعروف بزرگ صاحب جو ایک عرصہ سے مہمان خانہ قادیان کی خاص رونق اور برکت تھے۔ ۱۷۔ اکتوبر ۳۲ مطابق ۱۶ جمادی الاخر ۱۳۵۱ھ اس جہان فانی سے رحلت کر کے ہمیشہ کے واسطے مقبرہ بہشتی میں جاگزیں ہوگئے۔ آپ کی وفات ہمارے لئے ایک قوی صدمہ ہے۔ کیونکہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادم۔ عالم باعمل۔ صاحب کشوف و الہامات تھے آپ کی دعائیں اکثر احباب کے واسطے موجب تشفی و برکات ہوتی تھیں۔ آپ کا درس کئی طالب علموں کے لئے حصول علم کا موجب ہوتا۔ عاجز اکثر آپ کی صحبت میں تسکین اور روحانی راحت حاصل کرنے کے واسطے جا بیٹھتا تھا۔ افغانی احمدیوں کا آپ کے گرد ہمیشہ ایک مجمع رہتا تھا۔ آپ ان کی تعلیم و تربیت و ترقی کی طرف

خاص توجہ کرتے تھے۔ مرحوم حضرت صاحبزادہ صاحب کے خاص شاگردوں اور دوستوں میں سے تھے جب شہید مرحوم نے پہلی بار کتاب آئینہ کمالات اسلام پڑھی تو مولوی عبدالستار کو اپنا ہمراز بنا کر خوست سے قادیان بھیجا۔ تاکہ حضرت مسیح موعودؑ کے مزید حالات معلوم کریں۔ مولوی عبدالستار صاحب قادیان آئے اور کچھ مدت یہاں رہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر کے واپس حضرت شہید مرحومؓ کے پاس گئے اور تمام حالات قادیان سے انہیں آگاہ کر کے قادیان آنے کا مشتاق بنایا میں اس وقت ہنوز ریاست جموں و کشمیر میں ہائی سکول میں ملازم تھا مگر قادیان اکثر آتا رہتا تھا۔ اس واسطے ابتداء سے ہی مجھے مرحوم سے واقفیت اور محبت کا تعلق تھا۔-- سید احمد نور کابلی کا بیان ہے کہ مولوی عبدالستار کے والدین بھی بہت نیک تھے اور لوگ انہیں حسن ظن سے دیکھتے تھے۔ مرحوم اپنے استاد شہید مرحوم کے حکم سے کئی بار قادیان آئے---

بزرگ صاحب خوست کے مشہور باعزت قوم منگل میں سے تھے--- بزرگ صاحب کی قومیت کے بارہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا بیان کسی مزید تشریح یا وضاحت کا محتاج نہیں۔ (الفضل مورخہ ۳۰۔اکتوبر ۱۹۳۲ء)

سید ابوالحسن قدسی صاحب کا بیان

بزرگ صاحب کے حالات زندگی پر دوسرا مضمون حضرت صاحبزادہ ابوالحسن قدسی صاحب کا ہے آپ لکھتے ہیں "آپ کے والد کا نام دیندار خان تھا۔ قوم غریب زئی متصل منگل علاقہ خوست کے رہنے والے تھے۔ بزرگ صاحب کا خیال تھا کہ غریب زئی عربی النسل ہیں"۔ (مضمون کا باقی حصہ صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

قارئین کرام! مندرجہ بالا پیراگراف میں توجہ طلب بات یہ ہے کہ آپ

فرماتے ہیں "بزرگ صاحب کا خیال تھا کہ غریب زئی عربی النسل ہیں"۔ ظاہر ہے خیال یا قیاس قطعیت یا حتمیت کے معنوں میں نہیں آتا نہ ہی اسے یقین کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اسی لئے بزرگ صاحب نے زندگی بھر نہ خود اپنے نام کے ساتھ "سید" کا لفظ استعمال فرمایا۔ نہ ہی آپ کے خاندان کے کسی فرد نے اپنے آپ کو سادات کی طرف منسوب کیا لیکن حضرت بزرگ صاحب کے "خیال" کے پیش نظر خاکسار کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ حضرت بزرگ صاحب کے خیال کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوگا۔ آخر خیال کی بھی کوئی نہ کوئی توجیہہ اور بناء ہوتی ہے اس لئے اس کی مزید تحقیق ہونی چاہئے قطع نظر اس کے کہ غریب زئی صوبہ خوست کے علاقہ منگل سے متصل جگہ کا نام ہے اور بہت سارے مقام۔ مقام کی مشہوری کے باعث اس کے مکین جگہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور یوں وہ جگہ ان کی قومیت بن جاتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس علاقہ میں بکثرت سیدوں کی شاخیں موجود ہیں لہٰذا عین ممکن ہے غریب زئی آل سادات کی کوئی شاخ ہو جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے "افغانستان تاریخ کے آئینہ میں" کے مصنف نے افغانستان کے پانچ بڑے طبقوں کی نسلوں کو پورے افغانستان کے مختلف علاقوں میں ان کی نسلی آبادکاری کی نشاندہی کی ہے اس پورے شجرے کی تفصیل بہت لمبی ہے ان طبقوں میں ایک طبقہ کڑانی ہے اس طبقہ کا ایک سردار منگل نامی کڑان کا پوتا ہے اس کی اولاد صوبہ خوست کے علاقہ منگل میں آباد ہے اسی بناء پر یہاں کے مکین لوگوں کی قومیت منگل ہے آگے چل کر یہ طبقہ مختلف گروہوں میں بٹ گیا ہے اس طبقے کے سب سے بڑے گروہ کا نام لازکان ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ کڑان کے باپ کا نام سید قاف تھا جس کا شجرہ نسب حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے۔ کڑان کے دو بیٹے کودی اور ککی تھے۔ کودی کی دو بیویاں تھیں اور دونوں میر سید محمد کی اولاد سے

ہیں اور سید زادیاں ہیں- اور کودی کا بیٹا منگل ہے جس کی اولاد صوبہ خوست کے علاقہ منگل میں آباد ہے- حوالہ کے لئے "تاریخی پس منظر" ملاحظہ ہو اور بقول قدسی صاحب بزرگ صاحب غریب زئی متصل منگل کے رہنے والے تھے اور یہ کہ بزرگ صاحب کے خیال کے مطابق غریب زئی عربی النسل ہیں جیساکہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ کڑان کے بڑے گروہ لازکان کا دعویٰ ہے کہ کڑان کے باپ کا نام سید قاف ہے جس کا شجرہ نسب حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے اور یوں وہ آل سادات میں شامل ہو گئے- آگے چل کر کڑان کے بیٹے کودی کی سید زادیوں سے شادی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ گروہ خود کو سادات میں شمار کرتا تھا اور تاریخ ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر بڑی قوم آگے چل کر شاخ در شاخ تقسیم ہو گئی ہے لہٰذا عین ممکن ہے کہ غریب زئی بھی ان کی کوئی شاخ ہو اس لئے کہ منگل کے پڑدادا کا نام سید قاف ہے اور اس طرح حضرت بزرگؓ کا خیال کہ غریب زئی "عربی النسل" ہیں کی تصدیق ہوتی ہے لیکن چونکہ سردست غریب زئیوں کا شجرہ نسب سید قاف سے متعلق دستیاب نہیں اس لئے جب تک شجرہ نسب دستیاب نہیں ہوتا- سیدوں میں شمار کرنا درست نہیں-

خاکسار کی اپنی شہادت

حضرت عبدالستار خان افغانؓ المعروف بزرگ صاحب خاکسار کے دادا عبدالغفار خانؓ کے چھوٹے بھائی تھے اور خاکسار کے والد محترم عبداللہ خان افغانؓ کے چچا تھے یوں بزرگ صاحب خاکسار کے چچا دادا ہوئے خاکسار بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہے خاکسار بذات خود اس بات کا شاہد ہے کہ ہماری قومیت منگال ہے- خاکسار کی والدہ حلیمہ بیگم ۱۹۱۶ء میں فوت ہوئیں اس وقت خاکسار اتنا چھوٹا تھا کہ خاکسار کو اپنی والدہ کی شکل بھی یاد نہیں- والد صاحب نے بچوں کی خاطر دوسری شادی

اغلباً ۱۹۱۸ء میں صالحہ بی بی بنت حافظ نور محمد صاحب آف نورنگ سے کی- آپ کی آمد سے گھر میں پشتو زبان کا استعمال عام ہونے لگا جس سے خاکسار کو اس زبان کے سمجھنے اور بولنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی- خاندان حضرت شہید مرحومؓ کی جلاوطنی ختم ہونے کے بعد بزرگ صاحبؓ کے چھوٹے بھائی محمد مہروز خان اور آپ کی اہلیہ جن کا اصل نام اس وقت ذہن میں نہیں آپ کو بابۓ یا "کانئے" کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا آپ چونکہ ذرا اونچا سنتی تھیں لہٰذا پشتو میں بہری کو کانئے کہا جاتا ہے- ہمارے گھر واقعہ باب الانوار قادیان میں مقیم ہو گئے--- آپ جب بھی اپنے خاوند محمد مہروز خان یا خاکسار کے والد عبداللہ خان کو مخاطب ہوتیں تو "منگالا" کہہ کر مخاطب کرتیں اور یہ طرز تخاطب ایک بار نہیں مستقلا تادم آخر رہا- اس سے بچپن سے ہی خاکسار کے ذہن میں یہ بات راسخ ہے کہ ہماری قومیت منگال ہے"

آخر میں یہ بات کہ پھوپھی جان کا یہ فرمانا کہ "ہمارے آباءواجداد منگولیا کے رہنے والے تھے اور منگولیا سے افغانستان آئے تھے تو اس غلط فہمی کا جواب آپ کی ریکارڈ شدہ ٹیپ اور ڈائری میں موجود ہے- جس میں آپ فرماتی ہیں کہ "جب دوسری بار ابا مجھے قادیان لے جانے کے لئے افغانستان آئے تو آتے ہی مجھ سے کہا کہ کیا ارادہ ہے اب بھی میرے ساتھ قادیان جانا ہے یا نہیں اور چچا نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ پھر آ گیا لڑکا اتنا کہنے کے بعد ابا منگولیا چلے گئے--- اور 5/6 روز بعد واپس آ گئے (اس دوران خواب میں آپ کو ایک بزرگ نظر آئے جس سے آپ کے دل میں قادیان جانے کی تحریک پیدا ہو چکی تھی) قارئین کرام اس جگہ یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ آپ کے ذہن میں جو منگولیا ہے وہ یہی غریب زئی متصل منگل کا علاقہ منگل ہے جو خوست کے اندر شمال مغرب میں بڑے وسیع علاقہ پر

مشتمل ہے جیسا کہ نقشہ منسلکہ سے ظاہر ہے اور یہاں سے ہی 3/4 روز میں سید گاہ واپس آنا ممکن ہے، نہ کہ وہ منگولیا جو چین اور روس سے اوپر ایک علیحدہ ملک ہے جہاں سے 5/6 روز تو کیا 5/6 ماہ میں پیدل واپس آنا مشکل ہے کیونکہ تمام کا تمام راستہ پہاڑی اور پیدل ہے صاحبزادہ ابوالحسن صاحب قدسی محمد مہروز خان کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں کہ ترکستان میں ہماری جلاوطنی کے دوران محمد مہروز خان ہمیں خرچ وغیرہ پہنچایا کرتے تھے اور پھوپھی جان کہتی ہیں کہ ایک بار آنے جانے میں تین ماہ کا عرصہ لگ جاتا تھا حالانکہ ترکستان افغانستان کے ساتھ ملحق ہے۔

(الفضل مورخہ 34-1-17)

دراصل بات یہ ہے کہ حضرت بزرگ صاحب دینی علوم کی تعلیم اور اس کے حصول کی خاطر بچپن سے گھر سے نکلنے کے بعد حضرت شہید مرحومؓ کی شاگردی میں آگئے اور آپ کے ارشاد کے تحت سید گاہ میں رہائش اختیار کرلی ان کی وجہ سے ان کے بڑے بھائی عبدالغفار خان اور چھوٹے بھائی محمد مہروز خان بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس دینی درسگاہ میں شامل ہوگئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت والد صاحب عبداللہ خان کے مزار کے کتبہ قادیان پر وصیت نمبر۱۹۳ کے تحت جو عبارت درج ہے اس میں جائے سکونت کے آگے لکھا ہے "قریہ صاحبزادہ گان" گویا آپ اپنے وصیت کے فارم پر جائے سکونت کے آگے "قریہ صاحبزادہ گان لکھ رہے ہیں یعنی "صاحبزادہ گان کی بستی" نہ کہ غریب زئی متصل منگل۔ اور صاحبزادہ گان کی بستی سے مراد سید گاہ اور اس سے ملحقہ دیگر صاحبزادہ گان کے گھروں پر مشتمل جگہ ہے جس کو قریہ صاحبزادہ گان کا نام دیا گیا ہے۔ "چشم دیدہ واقعات" ص ۱۳ تا ص ۲۴

پھوپھی جان حضرت عائشہ بیگم والد صاحب سے عمر میں دس سال چھوٹی ہیں

اور جب آپ یہ کہتی ہیں کہ آپ حضرت شہید مرحومؓ کی گود میں کھیلا کرتی تھیں تو اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آپ کی پیدائش بھی اس جگہ یعنی قریہ صاحبزادہ گان میں ہوئی۔ اسی جگہ شہید مرحومؓ نے ۱۹۰۲ء میں آپ کی دادی محترمہ حامدہ کا جنازہ بارش میں پڑھایا۔ اور اس جگہ آپ اپنی امی کی وفات کے بعد اپنے چچا محمد مہروز خان اور چچی کے پاس رہنے لگیں۔ اس لئے کہ آپ کا سن پیدائش ۱۸۹۹ء ہے اور ۱۹۰۲ء کی آخری سہ ماہی میں شہید مرحومؓ زیارت حبیبؑ کے لئے قادیان روانہ ہوتے ہیں اور اس طرح ۱۸۹۹ء تا وسط ۱۹۰۲ء آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ سوا تین سال کے قریب بنتی ہے جو کہ درست ہے کہ یہی عمر گود میں کھیلنے کودنے کی ہے۔ اس ساری تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ آپ پیدائش سے لیکر قادیان آمد تک سید گاہ قریہ صاحبزادہ گان میں رہیں اور اپنے آباء واجداد کے وطن غریب زئی متصل منگل نہیں گئیں البتہ آپ کو اپنے آبائی وطن منگل کا علم تھا اور منگل علاقہ کی نسبت سے آپ نے غلط فہمی میں اسے منگولیا کہہ دیا۔ جس سے آپ کی مراد خوست کے اندر ہی علاقہ منگل ہے اور یہاں سے ہی آدمی ۵-۴ روز میں پیدل سید گاہ واپس آسکتا ہے۔

بزرگ صاحبؓ کا اپنا بیان

آخر میں اسی سلسلہ میں حضرت بزرگ صاحب کے بیان سے ایک اقتباس پیش ہے۔ جس میں خاکسار کے نزدیک بزرگ صاحب نے ازخود اپنی قومیت کا اظہار فرمایا ہے۔ "فرماتے ہیں حضرت شہید مرحومؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بڑے بڑے حاکموں۔ گورنروں سے بہت نفرت ہے--- کہ یہ لوگوں پر بہت ظلم کرتے ہیں۔ میں اگر شرندل خان گورنر کے پاس رہتا ہوں تو محض اس لئے--- کہ لوگ اس کے پنجہ ظلم کے نیچے نہ آجاویں" فرماتے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب ایسے پر حکمت انسان تھے کہ گورنر کو آپ سے بہت بڑا فائدہ

یہ پہنچا کہ منگل - جدران - اور تنی - تین قومیں اسی زبردست تھیں کہ کبھی رعایا بن کر نہیں رہتی تھیں دوسری جگہ لکھا ہے حکومت ان سے ڈرتی تھی --- آپ نے ایسی حکمت سے کام لیا کہ بلاچون وچرا یہ قومیں رعایا بنا کر گورنر کے حوالہ کر دیں ---"
اس عبارت میں حضرت بزرگ صاحب نے ابتداء میں منگل قوم کا ذکر کر کے گویا خود اپنی قوم بتادی ہے (ناقل)۔ (شہزادہ سید عبداللطیف شہیدؒ صفحہ ۸۴ تا ۸۶)

آپ فرماتے ہیں کہ خوست میں تین قسم کے لوگ تھے - ایک وہ جو حاکم تھے دوسرے مولوی اور تیسرے شیخان جو قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے --- انکا عقیدہ یہ ہے کہ انکا پیر عالم الغیب ہے - آپ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں چونکہ میں بھی اسی عقیدہ پر تھا لہٰذا اس کا ذکر میں نے صاحبزادہ صاحب سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ "یہ بالکل غلط ہے" --- کوئی انسان عالم الغیب نہیں ہو سکتا - یہ پیر منڑکی رہتا تھا اس کا ایک شاگرد جس کا نام الٰہ دین تھا خوست میں رہتا تھا --- صاحبزادہ صاحب نے حاکم کے پاس رپورٹ کی کہ خوست میں الٰہ دین نام کا مولوی منڑکی پیر کا شاگرد ہے اور لوگوں کو جھوٹے فتوے دیکر گمراہ کر رہا ہے اس کے مرید بہت بڑی تعداد میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں --- لہٰذا اسے روکا چاہئے حاکم نے سرکاری آدمی بھیج کر مولوی کو بلوایا --- مگر وہ نہ آیا --- اس پر حاکم خود فوج لیکر اسے گرفتار کرنے آیا - اور ہتھکڑی لگا کر چھاؤنی لے گیا صفحہ ۹۲ - ۹۳ء - رات کو مولوی کے کچھ شاگردوں نے حاکم سے درخواست کی کہ آج رات مولوی کو ہمارے گھر ٹھہرنے کی اجازت دیدی جائے --- حاکم نے ضمانت لیکر اجازت دیدی - صبح معلوم ہوا کہ مولوی رات کو بھاگ گیا ہے --- رات کے وقت بھاگتے وقت کسی پہاڑی ٹیلہ سے ٹکرایا اور گر گیا --- اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی --- اسی حالت میں اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا --- مولوی نے قید کے دوران اپنے تمام ہم مشرب مولویوں اور مریدوں کو اپنے

قید ہونے کا حال لکھ دیا --- جس کے بعد ان تمام نے اکٹھے ہو کر اور فوج بنا کر چھاؤنی پر حملہ کر دیا حاکم نے بھاگ کر منگل قوم کے پاس جا کر پناہ لی --- مولوی کے شاگردوں نے چھاؤنی کو لوٹا اور مولوی کو چھڑا کر لے گئے - اس پر امیر کابل نے شرندل خان گورنر کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا - (ص ۹۴)

بزرگ صاحبؒ کی تائید میں منگل قوم کی اہمیت

مندرجہ بالا سطور سے منگل قوم کی اہمیت ' طاقت اور ایک باوقار قوم ہونے کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح منگل قوم کے بارے میں ایک انگریز مورخ آرنلڈ فلیکچر نے اپنی کتاب "Afghanistan Highway of the Conquest" کے صفحہ ۲۲۰ پر یہ ریمارکس دیئے ہیں -

"Mangal:- The most skilful warriors of all the Pashtoon."

یعنی منگل قوم سب پشتونوں سے زیادہ ماہر جنگجو ہیں -

قارئین کرام! حضرت بزرگ صاحب کی قومیت وطنیت اور سکونت کے بارہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ - حضرت صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی خاکسار کی پھوپھی حضرت عائشہ بیگم خود خاکسار کے ذاتی علم اور مشاہدہ اور حضرت بزرگ صاحب کے اپنے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آپ خوست کے اندر غریب زئی متصل منگل علاقہ منگل کے رہنے والے تھے - اور اسی نسبت سے آپ کی قومیت منگل "پشتو میں منگال" ہے - اور اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں - جیسا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن خان شہید اول کے بارہ میں لکھا ہے کہ آپ منگل قوم سے تھے -

محترم قارئین! جیسا کہ پاکستان میں مختلف ملاں اپنے اپنے مدرسے کھولے بیٹھے ہیں اسی طرح افغانستان میں بھی قادریہ ' نقشبندیہ وغیرہ قسم کے فرقے ہیں -

بزرگ صاحب فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میرا جھکاؤ قادریہ فرقہ کی طرف ہوگیا اور میں نے ایک مولوی کی شاگردی اختیار کرلی۔ فرماتے ہیں دوران تعلیم اس قادری فرقے کے مولوی نے حضرت شہید مرحوم کی کچھ اس طرح تعریف کی کہ میرے دل میں صاحبزادہ صاحب سے ملنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ صاحبزادہ صاحب سے ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے کہ راستہ میں ایک اور عالم کا چرچا سنا جو ماتون میں رہتا تھا (نقشہ منسلکہ میں ماتون دکھایا گیا ہے) آپ اس کے پاس چلے گئے اور اس کے شاگرد بن گئے اور اس سے دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی پھر ایسا ہوا کہ دوران تعلیم اس مولوی نے بھی حضرت صاحبزادہ کی علمیت کی اسی طرح تعریف کی جس طرح کہ پہلے مولوی نے کی تھی اور یہ استاد بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی علمی قابلیت کا مداح تھا چنانچہ آپ کے دل میں حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ اپنے استاد کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا درس سننے کے لئے جانے لگے۔ بزرگ صاحب فرماتے ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب کا پڑھانے کا طریقہ اس قدر عمدہ اور واضح تھا کہ بات فوراً سمجھ میں آجاتی تھی۔

بزرگ صاحبؒ اور حضرت شہیدؓ کی شاگردی

آپ فرماتے ہیں آپ کے کلام کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ مستقل طور پر حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس (سید گاہ) رہنے لگے۔ اور آپ سے دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ کچھ دنوں بعد پہلے استاد کو علم ہوگیا کہ میں نے یہاں پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس نے بڑا سخت پیغام بھجوایا کہ "تم نے میری اجازت کے بغیر نیا استاد پکڑ لیا ہے میں تم سے سخت ناراض ہوں اور کبھی نہیں بخشوں گا"

بزرگ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے سابقہ استاد کی اس دھمکی سے کچھ

ڈر گئے اور آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے اس دھمکی کا ذکر کیا تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ڈرنے یا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ طالب علم ہیں۔ آپ کو دینی تعلیم کا شوق ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ شاگرد سے غلام بن گئے ہیں" مزید تسلی دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "جہاں آپ کا دل چاہتا ہے تعلیم حاصل کریں۔ اگر یہاں رہنا چاہتے ہیں تو بیشک یہاں رہیں اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں"۔ اس کے بعد آپ نے مستقل طور پر صاحبزادہ صاحب کے پاس (سید گاہ) رہنے کا فیصلہ کرلیا اور آپ سے دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔

(شہزادہ سید عبداللطیف ص ۸۴)۔

بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ بزرگ صاحب کے یہاں قیام کے دوران آپ کے بڑے بھائی عبدالغفار خانؒ اور چھوٹے بھائی محمد مہروز خان بھی آپ کے درسوں میں شامل ہوتے رہے اور آپ کے شاگردوں اور معتقدین میں شامل ہوگئے اور آپ بھی علاقہ منگل سے سید گاہ منتقل ہوگئے اس کی تفصیل بزرگ صاحب کے خاندان کے ذکر میں آگے آئے گی۔

آپ فرماتے ہیں کہ آپ کے پر معارف حقائق بیان کرنے کا طریقہ اس قدر واضح اور عام فہم تھا کہ فوراً بات سمجھ میں آجاتی تھی چنانچہ آپ نے صاحبزادہ صاحب سے تمام دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت بزرگ صاحبؒ کے بارہ میں سید ابوالحسن قدسی صاحب کے مضمون کا بقیہ حصہ

آپ کی طبیعت میں شگفتگی نرمی اور حرکت سکون میں تواضع اور خاکساری تھی بات بات پر مسکراتے مگر کبھی قہقہہ سے ہنستے نہیں دیکھا۔ مخلوق خدا کی ہمدردی

اور دوسروں کی تکلیف کا احساس بے حد تھا۔ آپ بچپن ہی سے خدا تعالیٰ کی محبت میں کچھ ایسے کھو گئے کہ دنیاوی کاروبار کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ روزی کمانے کی آپ نے کبھی مشقت نہ اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے تادم موت آپ کو ہر قسم کی تنگی اور مشقت سے بچائے رکھا لوگ خود بخود آپ کی امداد کی طرف متوجہ ہوتے۔ آپ کی دعا کی قبولیت کا مشاہدہ اکثر لوگ کر چکے ہیں گوشہ نشینی اور گمنامی آپ کو پسند تھی------ آپ کی مادری زبان افغانی تھی۔ عربی اور فارسی میں بھی گفتگو کر سکتے تھے۔ اردو خوب پڑھتے اور سمجھتے تھے مگر بولنے کی مشق نہ تھی۔ قرآن وحدیث لوگوں کو پڑھایا کرتے۔ مجھے بھی آپ سے تمام قرآن پڑھنے کا موقع حاصل ہوا ہے۔ قرآن کے نہایت لطیف معانی بیان کرتے۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کا درس بھی اپنے حجرہ میں جاری رکھا ہوا تھا۔

تصوف کی اکثر کتابوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔۔ صوفیوں کے حالات سے خوب واقف تھے۔ آپ کا تصوف حضرت مسیح موعودؑ کے رنگ میں رنگین تھا۔ حضرت اقدسؑ سے روایات بھی بیان کرتے تھے آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا آپ میرے اور حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے مخلص دوستوں میں سے تھے اور اس دوستی کا تعلق اس وقت پیدا ہوا جب قرآن وحدیث کی اشاعت کی وجہ سے اہل بدعت فرقوں نے والد صاحب کی مخالفت شروع کی اور ہمیشہ آپ کے قتل کے درپے رہتے۔

بزرگ صاحبؓ نے اپنا گھر بار اور سب تعلقات چھوڑ کر آپ کی صحبت میں رہنا اختیار کر لیا۔ کابل اور مختلف مقامات کے سفروں میں بھی شریک سفر رہے۔ افغانستان کے بڑے بڑے افسروں سے آپ کی واقفیت ہو گئی تھی۔

آپ اپنے احمدی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں اس وقت جب کہ ابھی حضرت

مسیح موعودؑ کا دعویٰ ہم تک نہیں پہنچا تھا حضرت شہید مرحومؓ قرآن وحدیث کے درس کے دوران ہمیشہ فرماتے کہ یہی زمانہ مہدی کے آنے کا ہے۔ کیونکہ علامات سب پوری ہو چکی ہیں۔ تعجب ہے کہ مہدی کے ظہور کی اب تک ہم کو کوئی خبر نہیں پھر جس وقت آپ سرحد کورم پر گورنر خوست کے ہمراہ تشریف لے گئے تو اس وقت آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام پہنچی تو آپ نے اس کی تصدیق کی اور لوگوں کو سمجھانا شروع کیا گورنر اور اس کے عملہ کو بھی تبلیغ کی۔ آپ نے اپنے چند مخلص دوستوں کو جو اس وقت حاضر تھے جمع کر کے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب پڑھ کر سنائی اور ظہور مہدیؑ کی خبر دی۔ سب نے بلا انکار مان لیا۔........ جب آپ شہید ہو گئے تو بزرگ صاحب قادیان ہجرت کر کے آ گئے اور اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت مبارک میں ہی رہے۔ حضورؑ کے ساتھ بعض سفر بھی کئے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جو عشق اور محبت تھی وہ میں بیان نہیں کر سکتا جب آپ حضرت رسول مقبولؐ اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت کے اسرار بیان کرتے تو آپ میں جذبہ شوق کی ایسی حالت پیدا ہو جاتی جو حاضرین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بھی آپ پر نظر شفقت تھی آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو کسی نے یورپ سے تحفہ بھیجا آپؑ نے لوگوں میں تقسیم کر دیا میں اس وقت حاضر نہ تھا۔ آپؑ نے میرے لئے دوگنا حصہ رکھ دیا جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دے دیا میں ان دنوں بیمار تھا بدن میں درد اور کھانسی کی سخت شکایت تھی حلوہ کھانے کے بعد میری شکایت جاتی رہی۔ اور میں بالکل تندرست ہو گیا۔

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ وغیرہ بزرگان سلسلہ کے درسوں اور مجلسوں میں بھی شامل ہوتے۔

آپ سخت بیماری میں بھی نماز کے بڑے پابند رہے۔ نوافل کثرت سے پڑھتے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اکثر آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے۔ مرض الموت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اکثر آپ کی بیماری کا حال دریافت فرماتے اور جناب ناظر صاحب اعلیٰ غالباً ہر روز آپ کی بیمار پرسی کرتے اور ڈاکٹری وغیرہ ضروری امور کے انتظام کے متعلق ہدایات فرماتے۔ آخری دنوں میں درود کے ساتھ یہ دعا اللھم دمر الظالمین تدمیرا۔ اللھم مزقھم کل ممزق بار بار اور زور سے نماز میں پڑھتے جب آپ کی حالت نازک ہوگی تو ایک شخص نے آپ سے کہا کہ آپ کے جدا ہونے سے ہمیں بڑی تکلیف ہوگی تو آپ نے فرمایا خدا کرے قیامت میں جدا نہ ہوں اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ حضرت رسول کریمؐ اور حضرت شہید مرحومؓ سے جدا نہ کرے بالآخر مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو وفات پاکر مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔

(الفضل ۱۷۔ نومبر ۱۹۳۴ء)

کچھ تاریخی پس منظر

افغانستان کی قدیم تاریخ

ابتداء میں اس ملک میں کون لوگ آباد تھے اور اس خطہ ارضی کا کیا نام تھا؟ اس سوال کا جواب تاریخ کے صفحات دینے سے قاصر ہیں۔ البتہ قدیم یونانی جغرافیہ دان بطلیموس اور اس کی تقلید میں دوسرے قدیم جغرافیہ دانوں نے افغانستان کے ایک بڑے حصے کو ایران کے صوبہ خراسان کے ساتھ یکجا کر کے "آریانا" کا نام دیا ہے لیکن بطلیموس اور اس کے دوسرے پیروؤں کا یہ خیال قیاس پر مبنی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ افغان کون ہیں؟ بعض ماہرین نے ان کو آرین بتایا ہے لیکن اس کے ثبوت میں واضح تاریخی شواہد نہیں ہیں۔ (لیکن ہرات کے نزدیک نورستان میں ان کی نسل موجود ہے۔ (ناقل)

افغانوں کے اپنے بیان اور روایات کی رو سے یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے حضرت یعقوبؑ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور یہی بات افغانوں کے تمام قبائل کے شجرہ ہائے نسب نیز سینہ بہ سینہ روایات کی رو سے قرین قیاس اور قابل تسلیم ہے۔

افغانوں کی قومی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ تمام افغان حضرت یعقوبؑ کے چھوٹے فرزند حضرت بنیامینؑ کی اولاد میں سے ہیں جو فلسطین سے بنی اسرائیل کی تیسری جلاوطنی کے موقع پر ان سے بچھڑ کر لاپتہ ہوگئی اور مشرق کی طرف چلی آئی تھی اس روایت کی تائید بنی اسرائیل کے افسانوں سے بھی ہوتی ہے۔ ان افسانوں کے مطابق ان کا ایک قبیلہ رات کی تاریکی میں راستہ بھول کر مشرق کی طرف چلا گیا اور پھر

کبھی نہ مل سکا۔ افغانوں کے چہرے مہرے اور رسم و رواج بھی اس روایت کی تائید کرتے ہیں۔ (تاہم یہ افغانستان کی قدیم تاریخ نہیں (ناقل) اور Kingdom of Afghanistan کے مصنف G.P.Tet نے اس نظریہ سے اختلاف کیا ہے)۔

"افغان اور افغانستان تاریخ کے آئینہ میں" راجہ افتخار الحق ایڈووکیٹ کراچی ص ۶-۳۶۵) پر لکھتے ہیں :

"اس سرزمین نے کئی تہذیبوں، تمدنوں اور روایتوں کا عروج و زوال دیکھا ہے۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں افغانستان کے شہر باختر (بلخ) میں زرتشت مذہب کا بانی پیدا ہوا۔ یہ مذہب بعد میں ایران کا ریاستی مذہب بن گیا۔ (اس کے علاوہ ابن سینا۔ البیرونی اسلامی دور کی پہلی شاعرہ رابعہ اور صوفی شاعر جلال الدین بھی یہاں پیدا ہوئے۔ ناقل) اشوک کے زمانہ میں بدھ مت افغانستان میں پھیل گیا۔ اور کنشک کے عہد میں جب کابل سے ۷۰ کلومیٹر دور کپیسا اس کا گرمیوں کا دارالخلافہ تھا اور ٹیکسلا سردیوں کا۔ کپیسا کے مقام پر بدھ بھکشوؤں کا بڑا جرگہ منعقد ہوا جس میں چین، منگولیا، ہندوستان اور دوسرے علاقوں سے نمائندے شامل ہوئے۔ اس جرگہ میں مہایانہ فرقہ کے خیالات اور نظریات کو برتری حاصل ہوگئی اور بدھ مت پر ہندو مذہب کی چھاپ گہری ہوگئی آخر ہنوں کے حملے نے بدھ مت کو بالکل ختم کردیا۔

تین سو قبل مسیح میں قندھار کے صوبہ میں منڈی گھاگ میں پہلی بستی وجود میں آئی جبکہ زراعتی زندگی گزارنے والا انسان شہری آبادی بنانے لگا تھا۔ یہ انسان ہڑپہ کو تانبا اور دوسری دھاتیں مہیا کرتا تھا۔ لیکن آریوں کی یلغار نے اس تہذیب کو ختم کردیا۔ رگ کا بڑا حصہ اسی علاقے میں لکھا گیا تھا۔

افغانستان کا بڑا حصہ ۵۳۰ ق م میں ایران کے بادشاہوں کے زیر نگیں رہا اور

بادشاہ دارا نے (۵۱۲ تا ۴۵۳ ق م) اسے مکمل طور پر ایرانی سلطنت میں شامل کرلیا۔

افغانستان میں اسلام

حضورؐ پاک کی زندگی کے آخری دو سالوں میں اسلام کی مبارک کرنیں اس خطہ ارضی کو منور کر چکی تھیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں نہ صرف ایران کے بڑے حصہ پر بلکہ علاقہ مکران کے اکثر حصوں پر بھی مسلمان قابض ہوگئے۔ ۶۴۰ء میں حضرت عثمانؓ کے ابتدائی ایام میں ایران فتح ہونے کے بعد افغانستان میں اسلام قبول کرنے والوں کی بڑی تعداد پیدا ہوچکی تھی۔ ۶۵۰ء میں خراسان، بلخ اور ہرات کی بغاوتوں کو فرو کیا گیا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور ۶۶۴ء میں کابل اور اس سے ملحقہ علاقے اسلامی سلطنت میں شامل کرلئے گئے۔ لیکن اس وقت افغانستان نام کا کوئی ملک نہ تھا مختلف صوبوں کے مختلف والی مقرر تھے۔

یعقوب بن لیس صنعاری نے ۸۷۰ء میں غزنی پر اور ۸۷۱ء میں کابل پر قبضہ کرلیا اس کے بعد اس خطہ ارضی کے مختلف حصوں پر صنعاری، طاہری، سامانی اور خاندان ہانپور اور خاندان فریغون کا قبضہ رہا حتیٰ کہ سامانی والی کا ایک ترک کمانڈر الپتگین نے ۹۶۲ء میں غزنی پر قبضہ کرلیا۔ ۹۷۷ء میں الپتگین کے فرزند ابو اسحٰق کے انتقال کے بعد الپتگین کے آزاد کردہ غلام سبکتگین کو ناصرالدین محمد سبکتگین کے لقب سے غزنی کا امیر بنادیا گیا جس کا فرزند سلطان محمود غزنوی تھا اس نے غزنی میں عظیم یونیورسٹی قائم کی جس کا سربراہ ابو ریحان البیرونی تھا۔

غزنوی خاندان کے گیارہ بادشاہوں کے بعد غوریوں نے کابل پر قبضہ کرلیا۔۔۔

شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کو شکست دیکر ۱۱۹۲ء میں ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔ جو مختلف خاندانوں سے ہوتی ہوئی آخری مغل بادشاہ

محمد ظفر شاہ پر ختم ہوئی۔ ۱۲۲۳ء میں تاتاریوں نے آخری غوری بادشاہ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد چنگیز خان اور اس کے پوتے ہلاکو خان کا دور آتا ہے جنہوں نے اس خطہ ارضی خاص طور پر بلخ، غزنی، کابل کے علوم و فنون کے مراکز، مساجد، مدارس اور نظام آب پاشی سمیت ہر چیز تباہ و برباد کردی۔ اور بڑا بے رحمانہ قتل عام کیا۔

۱۲۴۵ء میں ہلاکو خان کی وفات کے بعد ملک شمس الدین کرت کا خاندان ۱۳۸۹ء تک حاکم رہا۔ اور ۱۳۸۹ء میں ہی سلطان تیمور لنگ کے قبضہ کے بعد یہ علاقہ مغلوں کے ہاتھ آگیا (جو کسی نہ کسی شکل میں ۱۸۵۷ء تک ہندوستان کی قسمت کے مالک رہے) یاد رہے تیمور لنگ منگول نسل سے ہے۔ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ افشار کے قتل کے بعد اس خطہ پر احمد خان ابدالی سدوزئی نے قبضہ کرلیا اور اس خطہ ارضی کا پہلی بار "افغانستان" نام منظر عام عام پر آیا گو کہ G.T.Tet کے مطابق "افغان" کا نام گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں لکھے جانے والے رسالوں میں ملتا ہے۔ جب غزنی پر سامانی حکمرانوں کی حکومت تھی اس وقت افغان قبائل آفریدی، وزیری دریائے سندھ کے جنوب مشرق رو کی تنگ وادیوں اور گھاٹیوں میں بود و باش رکھتے تھے۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ

حضرت خالدؓ نے اپنے ہم قوم قیس کو ملک غور (غورستان) میں نئے مذہب کی خوشخبری سنائی اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

چنانچہ قیس اپنے ساتھ کچھ دوسرے سردار لیکر رسول پاکؐ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا یہی وہ قیس تھے جو ملک طالوت ساؤل بادشاہ بنی اسرائیل کی سینتیسویں ۳۷ پشت میں سے تھے۔

قبول اسلام کے بعد رسول پاکؐ نے قیس کا نام عبدالرشید رکھا اور ان پر اپنی خصوصی نوازشیں فرمائیں۔ اور مزید فرمایا کہ وہ چونکہ ملک طالوت کی اولاد سے ہیں لہٰذا لفظ ملک اپنے نام کے ساتھ بطور لقب استعمال کریں۔

قیس بن عیص کا شجرہ نسب

مورث اعلیٰ قیس عبدالرشید کا سلسلہ نسب پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ قیس بن عیص بن سلول بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عین بن بہلول بن مسلم بن صلاح بن قاردج بن عم بن فہلول بن کرم بن عمیل بن حذیفہ بن منہال بن قیس بن علم بن اشموئیل بن ہارون بن قمرو دین الی بن صلیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن اقفناہ بن ارمیاہ بن ساؤل ملقب بہ ملک طالوت بادشاہ اسرائیل بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل بن یہودا بن یعقوبؑ (جنکا عبرانی نام اسرائیل ہے)

قبیول طبقہ کڑرانی پنجم اور سید قاف (منگل کے پردادا) کا سلسلہ نسب

طبقہ کڑرانی کے حسب و نسب کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے اس طبقہ کے بڑے گروہ لازکان کا کہنا ہے کہ کڑران کے باپ کا نام سید قاف تھا اور اس کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ اس گروہ کے دوسرے طبقہ خٹک کا کہنا ہے کہ کڑران کے باپ کا نام بیان تھا اور وہ سڑبن بن قیس عبدالرشید پٹھان کی اولاد سے ہے شیتک گروہ کا کہنا ہے کہ کڑران کسی نامعلوم شہزادہ کا بیٹا تھا۔ مخزن الافغان اور مرات الافاغنہ کے بیان کے مطابق کڑران ایک نومولود شیر خوار بچہ تھا جو کسی بادشاہ کے لشکرگاہ میں ایک لوہے کی کڑاہی کے نیچے پڑا ہوا ملا۔ عبداللہ اور مڑنے اسکو لوہے کی کڑاہی کے بدلہ لیا لوہے کی کڑاہی کو پشتو میں کڑران کہتے ہیں

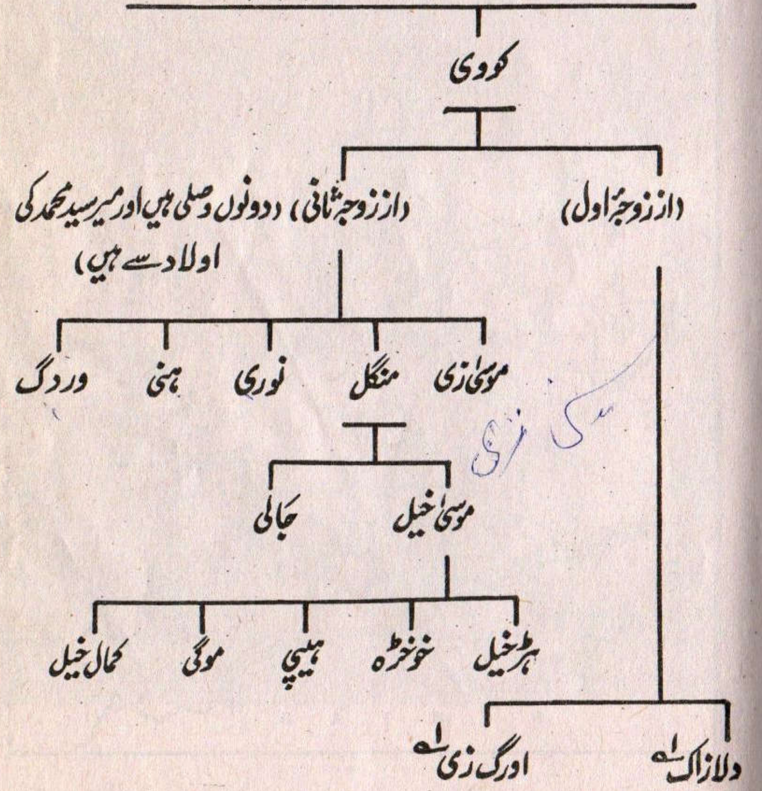
اس لئے وہ بچہ کڑران یا کڑرانی کے نام سے مشہور ہوا۔ عبداللہ کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس نے اس بچے کی پرورش اپنے گھر پر کی اور جوان ہونے پر اس کی شادی اپنی بیٹی سے کردی۔ اس بیوی سے کڑران کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام کودی اور ککی تھے ان کی اولاد کڑران کی نسبت سے کڑران مشہور ہو گئی۔

کودی کی دوسری بیوی (جو مطابق شجرہ منسلکہ میر سید محمد کی اولاد سے ہے اور سید زادی ہے) کے بطن سے مانی، لقمان، منگل اور خو کی چار فرزند پیدا ہوئے مانی کے بیٹے فریدوں کی اولاد میں شمالی تیراہ۔ بازار۔ خیبر اور کوہاٹ کے آفریدی قبائل ہیں۔ لقمان کی اولاد میں کوہاٹ۔ پشاور اور مردان کے خٹک قبائل ہیں۔ منگل کی اولاد میں علاقہ خوست کے منگل، مقبل اور جدران قبائل ہیں۔ خوگی کی اولاد میں خوگیانی، تورسی، جاجی گروہ ہیں۔

("افغان اور افغانستان تاریخ کے آئینہ میں" مرتبہ راجہ افتخار الحق ایڈووکیٹ۔ کراچی ص ۱۸-۲۱ و ۲۵-۲۶)

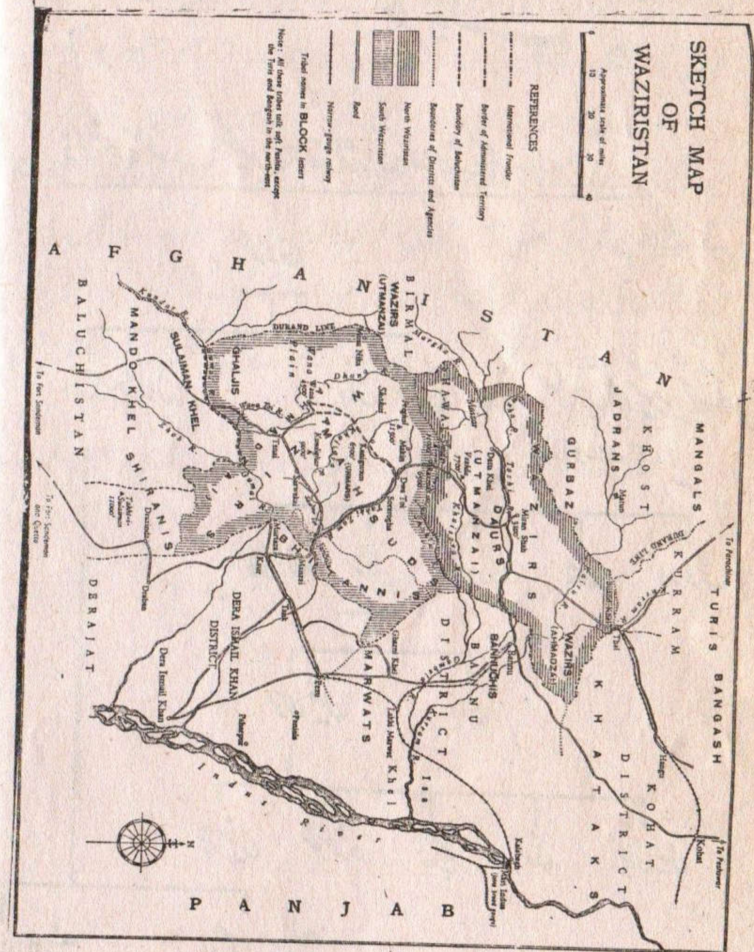
شجرۂ نسب

ذکر شجرۂ نسب خیول طبقہ کڑرانی کہ طبقہ پنجم ہے





حضرت عبدالستار خان افغان المعروف بزرگ صاحبؒ
حضرت ولیداد خان شہیدؒ مولوی فاضل
حضرت سید غلام محمد صاحبؒ



حضرت بزرگ صاحبؓ کی قادیان آمد

حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی شہادت کے ایک سال بعد آپ ۱۹۰۴ء میں اپنے بڑے بھائی حضرت عبدالغفار خانؓ کے ہمراہ قادیان دارالامان حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان خانہ میں آکر مقیم ہوگئے۔ اور اپنی خاندانی روایت کے مطابق اپنے استاد اور معلم حضرت شہید مرحومؓ کی تقلید اور تعلیم کے مطابق لوگوں کو دینی تعلیم، قرآن و حدیث کا درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ اس زمانہ میں جبکہ حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ابھی تازہ تھا آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بہت بڑی تعداد کابل حکمرانوں کے پکڑ دھکڑ کے خوف سے قادیان آتے تھے اور بموجب ارشاد حضرت مصلح الموعودؓ "نو آمدہ افغانوں کے لئے آپ کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ تھا"۔ یہاں وہ اپنی زبان میں ذاتی اور علمی اور دینی مسائل پر بات کرسکتے تھے۔ آپ بڑی مستعدی سے ان کے مسائل حل کرتے اور ان کی پریشانیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے اس کا ذکر حضرت مصلح الموعودؓ نے آپ کی وفات پر خطبہ جمعہ میں فرمایا ہے۔

خاکسار نے ابتداء میں جب آپ کو دیکھا تھا آپ کی ریش مبارک اور سر کے بالوں میں کچھ کچھ سیاہ بال تھے۔ آپ بالکل جوانوں کی طرح ہاتھ میں لمبا عصا پکڑے لمبے لمبے قدموں کے ساتھ بیت مبارک جاتے۔ دینی مجالس اور خطبات میں شرکت فرماتے آپ کو تقریباً ۵ سال تک حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور حضورؑ کے ہمراہ سیر میں مصاحبت کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ۔

این چشمه رواں که بخلق خدا دہم
یک قطره ز بحر کمال محمدؐ است

حضرت محمد ﷺ کے بحر کمال کے ایک قطرے کا کمال ملاحظہ ہو کہ پوری دنیا میں آپ کے روحانی فیوض کا سلسلہ جاری ہے ۸۵ کے قریب کتب تحریر فرمائیں جس میں دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کی۔ جو آنحضرتؐ کی قوت قدسیہ کی مظہر ہے جو ارشاد باری تعالیٰ و آخرین منهم کے ساتھ امام آخر الزمانؑ کو منتقل ہوئی۔ پھر جو اس میں شامل ہوتا گیا وہ اس چشمہ رواں سے فیض یاب ہوتا گیا۔ جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب ضرورۃ الامام میں فرمایا ہے کہ من لم یعرف امام زمانه میں آنحضرت ﷺ نے کسی ملہم یا خواب بین کا استثنیٰ نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ملہم یا خواب بین اگر امام الزمان کے سلسلہ میں شامل نہیں تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے۔ اس حدیث کے مخاطب تمام مومن اور مسلمان ہیں ان میں ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم بھی ہوتے آئے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا پھر ماسوائے اس حدیث کے قرآن سے ثابت ہے کہ امام الزمان کے وقت میں اگر کسی کو کوئی سچی خواب یا الہام ہوتا ہے تو درحقیقت یہ امام الزمان کے نور کا پرتو ہی ہوتا ہے جو مستعد دلوں پر پڑتا ہے۔۔۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

میں شمولیت کا شرف بھی حاصل کیا اور ہزاروں سال سے مدفون خزائن سے

فیض یاب ہوئے جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کا انعام عظیم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت بزرگ صاحب نے وحی اور صاحب کشف و الہام اور معرفت الٰہی کا جو مقام حاصل کیا وہ مامور من اللہ کی جماعت میں شمولیت کا ثمر اور مامور من اللہ کے نور کا پرتو تھا جسے حضرت اقدسؑ نے یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ میں سمو دیا اور بزرگ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی مجسم مثال تھے"۔ کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزاروں انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور انتشار روحانیت نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے"۔ (ملاحظہ ہو ضرورۃ الامام ص ۷)

حضرت خلیفتہ المسیح الثانیؓ کا ارشاد

حضرت مصلح الموعودؓ فرماتے ہیں "اس قسم کے لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف رکھتے ہیں ایک مولوی عبدالستار صاحب افغان ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ اس قسم کا ایمان و اخلاص عطا کیا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو میسر آتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ صحیح الہام پاتے تھے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ اکتوبر مطبوعہ الفضل ۳ نومبر ۱۹۳۲ء)

جس زمانہ میں آپ افغانستان سے قادیان آئے حضرت شہید مرحومؓ کی شہادت کے قریبی زمانہ کی وجہ سے افغانستان سے آپ کے مریدوں اور نئے احمدیوں کی بڑی تعداد قادیان آنے کا سلسلہ جاری تھا۔ پنجاب نیا ملک ہونے کے باعث ان کے لئے زبان کا مسئلہ بھی تھا۔ لیکن حضرت بزرگ صاحب کی وجہ سے یہ اجنبیت بھی نہ تھی یہاں ان کی اپنی زبان میں بات ہوتی تھی اس لئے پٹھان خوش اور مطمئن تھے آپ نہ صرف انہیں دعوت الی اللہ کرتے اور ان کے سوالات کا

تسلی بخش جواب دیکر انہیں مطمئن کرتے اور ان کی ہر قسم کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے اس وجہ سے حضرت مصلح الموعودؓ فرماتے ہیں کہ "پٹھانوں کے لئے ان کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ تھا" آپ فرماتے ہیں "غرض بغیر اس کے کہ افغانستان سے آنے والے احمدیوں کی خبر گیری ہمیں کرنی پڑتی وہ خود ہی ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیتے"۔ نیز فرمایا

آپ کا توکل کا مقام

خدا تعالیٰ نے انہیں توکل کا ایک ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ نہایت ہی سیر چشم واقع ہوئے تھے۔ کبھی اتنا عرصہ وہ قادیان میں رہے۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ بھی مجھے اپنی ذاتی ضروریات کے لئے کبھی کسی قسم کی تحریک کی ہو اور میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیتا تھا کہ خود بخود ان کی ضروریات پوری ہو جاتیں--- خدائی خبر پانے والوں میں جس قدر اشخاص میں نے اپنی جماعت میں دیکھے ہیں ان میں انہیں سب سے زیادہ ثابت قدم، غیر متزلزل اور مضبوط دیکھا ہے--- مولوی عبدالستار کو میں نے دیکھا کہ انہیں نہایت کثرت سے خدائی خبریں ہوتی تھیں مگر باوجود اس کے وہ امامت کا انتہائی ادب کرتے---

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸- اکتوبر مطبوعہ الفضل ۳- نومبر ۱۹۳۲ء)

چشم دید حالات منجی ابا

خاکسار کو خوب اچھی طرح یاد ہے خاکسار بہت چھوٹی عمر تقریباً ۵-۴ سال کے درمیان اپنے دادا حضرت عبدالغفار کے ہمراہ آپ کی انگلی پکڑ کر بزرگ صاحب کے کمرہ میں آیا کرتا تھا اور ہوش سنبھالنے کے بعد ان گنت مرتبہ آپ کے حجرے میں آنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کا حجرہ حضرت مسیح موعودؑ کے قدیمی کچے مہمان خانہ کے شمالی مشرقی کونہ میں تھا حجرے کا سائز اندازاً ۱۲ x ۱۱ فٹ ہوگا۔ خاکسار کو جتنی بار آپ

کو دیکھنے کا موقعہ ملا آپ کو ہمیشہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ اس لئے خاکسار بچپن سے ہی آپ کو منجی ابا کہا کرتا تھا۔ یعنی چارپائی والے ابا یہ نام خاکسار کے دماغ میں آج تک راسخ ہے۔ اس پیارے نام سے بہت پیاری یادیں وابستہ ہیں جس کے تصور سے ہی ایک شفقت اور پیار بھرا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔ آپ کی چارپائی کا رخ شمالاً جنوباً تھا یعنی سرہانہ شمال کی جانب اور پینتی جنوب کی جانب تھی۔ اور آپ چارپائی کے وسط میں قبلہ رو تشریف فرما ہوتے۔ آپ کا حجرہ صبح و شام بالعموم افغانوں سے بھرا ہوتا اور آپ درس قرآن کبھی درس حدیث اور کبھی حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا درس دے رہے ہوتے درمیان میں ضروری تشریح یا تفسیر پشتو میں فرماتے اور پشتو میں ہی حاضرین کے مختلف سوالوں کے جوابات دیتے اور پٹھان پوری طرح ہمہ تن گوش بڑے شائستہ انداز میں سن رہے ہوتے۔ خاص طور پر نئے آمدہ افغانوں کے سوالات کا نہایت تسلی بخش جواب دیتے انہیں نصائح فرماتے اور سمجھاتے کہ اصل دین اسلام احمدیت ہے اور مسیح موعودؑ برحق ہیں۔ ان کا دعویٰ اور مقام بالکل قرآن و احادیث میں بیان کردہ آیات کے مطابق ہے اور آپ مہدی آخر زمان ہیں بعض اوقات پٹھانوں کے آپس کے تنازعات سمجھا بجھا کر ختم کراتے اب جب خاکسار سوچتا ہے تو بالکل یوں لگتا ہے کہ آپ کا حجرہ بیک وقت پٹھانوں کی آماجگاہ اور دعوت الی اللہ کا مرکز تھا تنہائی میں اکثر آپ کو ذکر الٰہی میں مصروف پایا آپ چارپائی پر قبلہ رخ تشریف فرما ہوتے اور یوں آپ ہر وقت عبادات اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے۔ آپ کا حجرہ ہر وقت روح پرور فضا سے معمور ہوتا حضرت مفتی محمد صادقؓ نے کتنا پیارا جملہ کہا ہے "عاجز اکثر آپ کی صحبت میں تسکین اور روحانی راحت حاصل کرنے کے واسطے جا بیٹھتا تھا" آپ کے علاوہ بھی جماعت

کے اکثر احباب کا یہاں آنا جانا تھا۔ درس کے دوران جب قہوہ کا اہتمام ہوتا تو ایک پر تکلف مہمان نوازی کا تصور ابھرتا۔

سید غلام محمد صاحب رض

اس کے انچارج جناب سید غلام محمد صاحب تھے جنہوں نے رضاکارانہ طور پر اس خدمت کو سنبھالا ہوا تھا آپ اس قدر پرلطف خوش ذائقہ اور خوش رنگ قہوہ تیار کرتے جس کی لذت اور خوشبو آج تک دل و دماغ سے محو نہیں ہوئی۔ آپ کا شمار بھی حضرت شہید مرحوم رض کے انتہائی فدائین میں ہے۔ احمدیت کی خاطر کابل کے حکام کے احکام کے تحت آپ متعدد بار گرفتار ہوئے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں بالاخر آپ ان مسلسل سختیوں اور ایذا رسانیوں سے تنگ آکر ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اور آپ اپنا گھربار اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مسیح کی پرامن، پیاری بستی میں حضرت بزرگ صاحب سے منسلک ہوگئے--- آپ جسم کے دبلے، قد لمبا، آنکھیں سیاہ، داڑھی سیاہ، چہرہ نورانی تھا۔ بہت نیک متقی، صوم و صلوۃ کے پابند عبادت گذار اور بڑے مخلص دعاگو انسان تھے۔ بولتے وقت دھیمی آواز سے بولتے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ تصویر میں آپ بزرگ صاحب کے دائیں ہاتھ تشریف رکھتے ہیں۔

حضرت ولیداد خان

آپ تصویر میں درمیان میں کھڑے ہیں۔ آپ بڑے وجیہہ اور پرکشش نوجوان تھے مدرسہ احمدیہ اور جامعہ میں تعلیم کے دوران آپ ہاکی اور فٹ بال کے اچھے کھلاڑی تھے علاوہ ازیں آپ کو زمانہ طالب علمی سے ہی دعوت الی اللہ کا شوق تھا۔ مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد آپ افغانستان اپنے عزیزوں سے ملنے گئے آپ کے عزیزوں نے آپ کی شادی خاندان میں کردی جس سے آپ کا ایک بیٹا پیدا ہوا چونکہ آپ کو

دعوت الی اللہ کا شوق تھا آپ نے اپنے عزیزوں اور خاندان کے لوگوں کو بتایا کہ امام مہدی مسیح موعود جو آخری زمانہ میں زمانہ کی اصلاح کے لئے آنے والے تھے وہ آچکے ہیں آپ بھی ان پر ایمان لے آئیں رفتہ رفتہ یہ بات پھیل گئی اور مخالفوں نے آپ کے عزیزوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا بالاخر آپ کو آپ کی بیوی اور بچے سمیت قتل کر دیا گیا۔

بزرگ صاحب رض کا حلیہ

آپ کا قد درمیانہ، چہرہ گول سفید مائل بہ سرخی پیشانی کشادہ اور داڑھی گھنی اور لمبی تھی آنکھیں گول سیاہ مگر استغنی سے بھرپور جسم نہ زیادہ دبلا نہ فربہ، چہرہ پروقار تھا۔ آپ کا لباس، لمبی قمیص، پاجامہ، پاؤں میں جوتی کے ساتھ موزے سر پر عمامہ کبھی کبھی کپڑے کی ٹوپی سردیوں میں واسکٹ پہنتے۔ بالکل سادہ اور درویشانہ آپ کا لباس تھا--- چارپائی پر بیٹھتے وقت آپ کا رخ قبلہ نما ہوتا لہٰذا تنہائی میں اکثر وقت آپ کا نوافل اور عبادات میں صرف ہوتا آپ کو جب بھی خاکسار نے دیکھا ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور درود شریف میں مصروف پایا۔ مجلس درس و تدریس کے علاوہ آپ خاموش پسند تھے۔

آپ کے آباء و اجداد

آپ فرماتے ہیں "میرے باپ دادا اچھے عالم تھے" دیکھا جائے تو آپ نے اس ایک جملہ میں سب کچھ کہہ دیا۔ "اچھے عالم" کے ساتھ یہ کہہ کر کہ لوگوں کو کتابوں کا سبق پڑھایا کرتے تھے" خود ہی تشریح فرمادی۔ عالم عالم دین ہوتا ہے نہ کہ کسی سکول کا ماسٹر اور دین کا علم پڑھانے والا ظاہر ہے وہی ہو سکتا ہے جسے خود دین کا علم اور قرآن و حدیث پر مکمل عبور حاصل ہو۔ اور اس بات کی وضاحت بھی خود آپ ہی کے اگلے فقرہ سے ہو جاتی ہے کہ "ان پڑھنے والوں میں دو قسم کے لوگ تھے ایک

وہ جو طالب علمی کی حالت میں تھے (یعنی ابتدائی دینی تعلیم) دوسرے وہ جو اچھے مولوی اور پڑھے لکھے تھے اور وہ شیخان کہلاتے تھے" آپ کے ان فرمودات کے بعد مزید کسی وضاحت یا تشریح کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ گویا آپ کے آباء و اجداد کے شاگردوں میں وہ مولوی شامل تھے جو خوست میں شیخان کے گروہ سے معروف تھے۔ اور وہ عالم دین کہلاتے تھے۔ آگے چل کر بزرگ صاحب نے ان علماء کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ سفید کپڑے پہنتے تھے گویا سفید کپڑے پہننا بڑے اور معزز علماء کی نشانی تھی اور وہ شیخان کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کے آباء و اجداد اچھے عالم دین تھے اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ دین کے علم کا شوق اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تعلیم آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ یہ عالم دین جو شیخان کے نام سے جانے جاتے تھے اپنے علم کی وجہ سے پورے علاقہ میں معزز گردانے جاتے تھے انہوں نے آپ کے آباء و اجداد سے دینی تعلیم حاصل کی اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے آپ فرماتے ہیں لوگوں میں ان کا احترام اور تکریم نے بھی آپ کو متاثر کیا اور آپ کے دل میں تعلیم دینیہ کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا"

("شہزادہ سید عبداللطیف شہید" مصنفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت ص ۸۳ تا ۸۵)

بزرگ صاحب فرماتے ہیں "تب میں نے دینی تعلیم پانے کے لئے باہر جانے کو کمر باندھی" اور بقول سید ابوالحسن قدسی صاحب "آپ بچپن سے خدا تعالیٰ کی محبت میں کچھ ایسے کھو گئے کہ دنیاوی کاروبار کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ روزی کمانے کی کبھی آپ نے مشقت نہ اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے تادم موت آپ کو ہر قسم کی تنگی اور مشقت سے بچائے رکھا" (الفضل مورخہ ۱۷-۱۱-۳۴) اور آپ حصول علوم دینیہ کی

غرض سے بچپن میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا استاد مہیا فرما دیا کہ جن کے بارے میں حضرت اقدس مسیح آخر الزمانؑ کا ارشاد ہے "کہ یہ بزرگ کابل میں ایک فرد تھا کیا تقویٰ کے لحاظ سے کیا جاہ و مرتبہ کے لحاظ سے کیا خاندان کے لحاظ سے اس ملک میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار قرار دیا تھا وہ سب سے زیادہ عالم علم قرآن و حدیث سمجھے جاتے تھے" (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۴)

گویا بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اتنے بڑے عالم دین کے پاس پہنچا دیا جس کی پورے ملک میں نظیر نہ تھی جو آپ کی خوش قسمتی کی دلیل ہے اور پھر جوں جوں آپ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم حاصل کرتے گئے اور آپ خشیت اللہ اور تقویٰ میں ترقی کرتے گئے توں توں آپ کا اللہ تعالیٰ سے عشق اس کے عرفان اور اس سے لقا کا جذبہ بڑھتا گیا۔ اور جب مسیح آخر الزمانؑ کا دیدار آپ کو نصیب ہوا اور آپ کی صداقت پر ایمان لانے کی سعادت پائی تو گویا آپ کلی طور پر فنافی اللہ ہو گئے حضرت مہدی موعودؑ کے نور کے پرتو نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور اس کی حمد و ثناء آپ کا وظیفہ ہو گیا آپ اپنی مجلسوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے لو لگانے اور اس کی عبادات بجالانے کی تلقین کرتے، قرآن و حدیث کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت بیان کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ نظام جماعت کی پابندی اور خلافت کی برکات سے آگاہ کرتے۔ نادار اور غریب آپ کی توجہ کا مرکز رہتے افغانستان سے آنے والے ہر احمدی کو وہ ایک طرح سے اپنے ہی خاندان کا حصہ سمجھتے آپ کو کثرت سے وحی و کشوف اور الہام ہوتے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مستجاب الدعا تھے قرآن و احادیث کی بے شمار دعائیں آپ کو ازبر تھیں جو ہمہ وقت آپ کی ورد زبان رہتیں آپ فرماتے

ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اکٹھے دیکھا ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کہ جو لوگ ہم سے لقا کی جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کی اپنی طرف آنے کی راہنمائی کرتے ہیں کی آپ زندہ مثال تھے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا عرفان۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اور یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس سے بڑا اور کوئی انعام نہیں گویا بچپن میں آپ نے جس مقصد کے لئے گھر چھوڑا وہ آپ نے پالیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو بھی اپنے تخت کے سایہ میں رکھے۔

حضرت مسیح موعودؑ حضرت شہید مرحومؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

"عبداللطیف کے نمونہ کو پکڑو کہ کس طرح صادقوں اور وفاداروں کا نمونہ دکھایا" (ملفوظات جلد ۳)

حضرت مصلح موعودؓ

بالکل اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ آپ کے شاگرد بزرگ صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔

"میں تاریخ میں جماعت کے ایک نیک اور اچھے شخص کے نمونہ کو قائم کرنے کے لئے یہ خطبہ کہہ رہا ہوں۔ (الفضل ۳۔ نومبر ۱۹۳۲ء)

اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا ارشاد

حضرت بزرگ صاحب کے بارہ میں ہی حضرت امام رابع فرماتے ہیں :

"عبدالستار صاحب وہ بزرگ تھے جن کو بزرگ صاحب کہا جاتا تھا بہت درویش مزاج اور سادہ منش بزرگ تھے۔ لیکن اس کثرت سے وحی اور کشوف ظاہر ہوتے تھے کہ ایسے وجود خود حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک زندہ اعلان

تھے--- فرماتے ہیں کہ جن کے غلاموں میں اس شان کے صاحب الہام موجود ہوں اللہ تعالیٰ کی نظر میں ان کا اپنا کیا مقام ہوگا یہی وہ دلیل ہے۔ جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے رسول پاکؐ کی صداقت کے طور پر بالکل اس طرح پیش کیا ہے ۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(الفضل ۲۸۔ نومبر ۱۹۸۲ء)

اور خاکسار کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد ۔

کرامت گرچہ بے نام نشان است
بیا بنگر زغلمان محمدؐ

حضرت محمدؐ کے غلام مسیح آخرالزمانؑ کی بے شمار کرامات سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کے غلاموں میں اس شان کے صاحب الہام و کشف پیدا کئے جن کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا جو بے پناہ توکل اور رویاء صادقہ اور قبولیت دعا کی دولت سے مالا مال تھے۔ جو آپؑ کی صداقت کی دلیل اور بے شمار کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔

عسل مصفی

کتاب عسل مصفی مطبوعہ ۱۹۱۳ء کے مصنف ص ۷۱۹ پر حضرت بزرگ صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"تیسرے بزرگ حضرت مولوی عبدالستار خان صاحب ہیں جو صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کے صحبت یافتہ شاگرد ہیں--- یہ بزرگ ذی علم ہونے کے باوجود کم سخن اور تنہائی پسند ہیں جو افغان افغانستان سے آتے ہیں آپ ان کو سلسلہ کی تبلیغ اور تعلیم کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے متقی، پارسا، زاہد و عابد بے نفس انسان ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مکالمات و الہامات و رویاء صادقہ و

مکاشفات کا انعام عظیم ملا ہوا ہے--- سب سے پہلے جب حضرت امام اول نے بیعت لینی شروع کی تو بزرگ صاحب موصوف کو یہ الہام ہوا "ایں دست نصرت است کہ نصرت شروع ہوا پھر الہام ہوا ایں دست رحمت است کہ رحمت شروع ہوا--- جب حضرت امام اول قضائے الٰہی سے گھوڑے سے گر گئے اور آپ کو ضرب ہائے شدید پہنچیں اور آپ کی تکالیف روز افزوں ترقی کرتی گئیں حتی کہ ڈاکٹر اور اطباء نے ناامیدی اور مایوسی کی علامات دیکھیں تو بزرگ صاحب موصوف کو یہ الہام ہوا "میرسد بعاقبت بہ عیش مدام ہر کہ او دائما حزیں باشد" یعنی جو شخص ہمیشہ غمزدہ ہے وہ آخر کار ہمیشہ کی زندگی پائے گا مراد یہ کہ حضرت امام اول صحت یاب ہو جائیں گے چنانچہ آپ صحت یاب ہو گئے- لکھا ہے آپ کو بکثرت روزمرہ الہام ہوتے ہیں- مگر آپ کو اپنے الہام لکھنے کی عادت نہیں-

محترم مولانا مرزا نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ (چٹھی مسیح) اپنی والدہ محترمہ حفیظہ پٹھانی بنت حضرت سید غلام محمد صاحب کے حوالہ سے بزرگ صاحب سے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ اپنے والد صاحب موصوف سے کئی بار سنا کہ جب قادیان میں ریل لانے کا منصوبہ تیار ہوا تو منصوبہ کے مطابق حکومت کا ریلوے لائن کو قادیان کے جنوب کی جانب بہشتی مقبرہ سے متصل باغ کے ساتھ لائن بچھانے کا تھا اس طرح بہشتی مقبرہ قادیان پبلک کے لئے Expose ہونے کا امکان تھا- چنانچہ حضرت مصلح الموعود امام ثانیؓ اس سلسلہ میں بہت زیادہ متفکر تھے حضور نے احباب سے دعا کی تحریک فرمائی اور بزرگ صاحب کو بھی اس سلسلہ میں دعا کی تحریک کی گئی تو آپ نے کشف میں دیکھا کہ ریل گاڑی بہشتی مقبرہ کے پاس سے گذر رہی ہے آپ نے اسے کک Kick ماری (ٹھڈا) اور دور پھینک دیا- چنانچہ جس جانب گاڑی گری بعد میں اسی جانب ریلوے لائن بچھائی گئی (حالانکہ اس

جانب سے گاڑی کو لمبا چکر کاٹنا پڑا) اور یوں بہشتی مقبرہ کے پاس سے ریل گذارنے کا منصوبہ رہ گیا-

مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ صوبائی امیر (پنجاب)

حضرت صوفی عبدالستار خاں صاحب المعروف بزرگ صاحب سے متعلق فرماتے ہیں-

"قادیان دارالامان میں پرانے مہمان خانہ میں بازار کی طرف سے اندر داخل ہوتے بائیں جانب کوئیں کے پاس ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک بزرگ صاحب رہا کرتے تھے جن کا نام تو عبدالستار خاں تھا لیکن اپنی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے بزرگ صاحب ہی کہلاتے تھے-

اس کمرہ میں ان کی رہائش اس طور سے تھی کہ ایک طرف ان کی چارپائی تھی جس کے اوپر ایک بانس پر ان کے کپڑے اور لحاف وغیرہ لٹکے ہوتے تھے اور اس کے سامنے فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوتی تھی جس پر وہ خود بھی بیٹھتے تھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والے بھی بیٹھتے تھے- ایک طرف ان کا مٹی کے تیل کا چولہا پڑا ہوتا تھا جس پر عموماً چائے پکتی رہتی تھی-

بزرگ صاحب افغانستان کے ایک صاحب حیثیت خاندان کے فرد تھے- حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی قبول کر لینے کے بعد ان کے لئے افغانستان میں رہنا ممکن نہ رہا تھا- اس لئے ہجرت کرکے قادیان تشریف لے آئے اور درویش کی زندگی اختیار کر لی-

آپ خاموش طبیعت تھے- عبادت اور ذکر الٰہی میں غیر معمولی شغف رکھتے

تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحب الہام و رؤیا وکشوف تھے۔
مستجاب الدعوات تھے۔ دوست عموماً آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ یہ عاجز اور اس عاجز کے عزیز دوست میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم بھی وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں دعا کے لئے جاتے تھے۔ بعض دفعہ وہ دعا کا نتیجہ بھی بتا دیتے تھے جو بالکل درست ہوتا تھا۔ دنیا سے ایسی بے رغبتی تھی کہ ہم نے کبھی کچھ نذرانہ پیش کرنا تو اسے نہایت استغناء سے قبول فرماتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک مرتبہ خلافت سے پہلے ایک اہم کام میں دعا کے لئے اپ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے چند روز دعا کے بعد حضورؓ کو اس کام کی تفصیلات بھی بیان کردیں اور یہ بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضورؓ کو اس کام میں کامیاب فرمائے گا۔ یہ کام تبلیغ کے متعلق حضور کے ذہن میں ایک تفصیلی تجویز تھی۔

آپ کا جب وصال ہوا تو حضرت مصلح موعودؓ گرمیوں میں ڈلہوزی پہاڑ پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ یہ عاجز بھی وہیں تھا۔ حضور نے رؤیا میں دیکھا کہ آسمان لرز گیا ہے۔ حضور کو گویا اس رنگ میں حضرت بزرگ صاحب کی وفات بتائی گئی تھی۔ بعد میں حضور نے اپنے خطبہ جمعہ میں اس واقعہ دعا کا بھی ذکر فرمایا جو بزرگ صاحب نے حضور کے فرمانے پر کی تھی اور جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ بعض دفعہ اپنی عدم موجودگی میں حضرت بزرگ صاحب کو بیت المبارک قادیان میں امام الصلوۃ بھی مقرر فرما دیتے تھے۔ اس عاجز نے بھی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں۔ سورۃ البلد (پارہ

۳۰) کے آخری حصہ میں جو الفاظ بالمرحمہ اور المیمنہ اور المشئمہ آئے ہیں آپ انہیں افغانی لہجہ میں ذرا مختلف طرز پر پڑھا کرتے تھے۔ یہ صرف لہجہ کا اثر تھا۔
آپ کا چہرہ بھی اس بزرگی کا نور لئے ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے۔"

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے حضرت بزرگ صاحب کے الہامات' مکاشفات اور قبولیت دعا کے واقعات کا سلسلہ بہت لمبا ہے مگرچونکہ آپ کو اپنے الہامات و مکاشفات لکھنے کی عادت نہ تھی لہٰذا چند واقعات جو آپ کی صحبت میں بیٹھنے والوں نے دیکھے یا اپنے بزرگوں سے سنے پیش کئے گئے ہیں۔ اب خاکسار آپ کے توکل علی اللہ کا ذاتی مشاہدہ کا ایک واقعہ پیش کرنا چاہتا ہے۔

توکل علی اللہ کا چشم دید واقعہ

ایک روز خاکسار حضرت بزرگ صاحبؓ کے کمرہ میں موجود تھا۔ آپ کے کمرہ کی ضروریات جیسے چائے' چینی' صابن اور کتب وغیرہ بالعموم بازار سے والد صاحب خرید کر لاتے تھے۔ اس روز والد صاحب کچھ چیزیں بازار سے خرید کر لائے تھے کمرے میں اس وقت خاکسار اور والد صاحب اور بزرگ صاحب موجود تھے۔ والد صاحب نے سب چیزیں اپنی اپنی جگہ رکھ دیں۔ تو آپ حضرت بزرگ صاحب کی چارپائی کی طرف آئے اور اپنا داہنا ہاتھ بزرگ صاحب کے سرہانے کے نیچے کی طرف بڑھایا۔ بزرگ صاحب جو اس وقت چارپائی کے وسط میں تشریف فرما تھے آپ کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا "سہ شہ دی" کیا بات ہے والد صاحب نے پشتو میں جواب دیا ترجمہ "کچھ پیسے سودے سے بچ گئے تھے وہ

رکھ رہا ہوں۔ صبح کسی کام آ جائیں گے"۔ بزرگ صاحب نے فوراً ہی قدرے تیز لہجے میں کہا "سہ شی تہ گگدے" "صبوتہ بیابہ خدائے نوی" کس لئے رکھ رہے ہو کیا صبح خدا نہیں ہوگا۔ پھر فرمایا ما گگدا۔ لریکا" مت رکھو اور پرے کرو۔ اور والد صاحب نے سرہانے کے نیچے سے ہاتھ کھینچ لیا سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم قارئین محترم اندازہ فرمائیں کہ سودے سے کچھ پیسے بچ گئے تھے وہ اگلی صبح رکھنے کے لئے گوارہ نہیں (کہیں یار کی دوستی میں فرق نہ پڑ جائے) اور فرمایا کہ جس خدا نے آج بندوبست کیا ہے وہ ہی خدا یقیناً صبح بھی ہوگا اور وہی پھر بندوبست کرے گا۔ اب سوچتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ آپ کا بینک تھا اور وہ خود ہی بینک سے رقم نکلوا کر اپنے فرشتوں کے ذریعہ آپ کو بھیجتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ضروریات کا از خود علم ہے۔ بتائیے اللہ تعالیٰ پر توکل کامل اور اس کی ذات پر کامل یقین کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے اور خدا شاہد ہے کہ یہ سارا واقعہ خاکسار کے ذہن اور آنکھوں کے سامنے آج بھی اسی طرح تازہ ہے جیسے کل کی بات ہو۔ کیا یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایمان کامل اور آپ کی قوت قدسیہ اور مسیح آخر الزمانؑ کے نور کا پرتو نہیں یقیناً ہے کیونکہ یہ حضرت امام الزمانؑ ہی کا ارشاد و فرمان ہے کہ "اب اولیاء اللہ کا سلسلہ اور اس سے ہم کلامی کرنے والے لوگ اسی جماعت میں پیدا ہوں گے۔ جس نے امام وقت کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا۔

دوسرا واقعہ حضرت بزرگ صاحبؓ کی خاکسار کے ساتھ شفقت اور پیار کی ایک مثال ہے۔

خاکسار کے ساتھ حضرت بزرگ صاحبؓ کا پیار

اغلباً ۱۹۲۹ء کے موسم گرما کی بات ہے قادیان کے اکثر لوگ بالخصوص طلباء مہینہ میں ایک بار نہر پر پکنک منانے جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی پیارے محبوب حضرت مصلح موعودؓ امام جماعت ثانی بھی پکنک میں شمولیت فرماتے تھے خاکسار کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام جماعت ثانیؓ بھی نہر پر تشریف لے جا رہے ہیں تو خاکسار نے والد صاحب سے نہر پر جانے کی اجازت طلب کی مگر والد صاحب اجازت دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ خاکسار اپنے "منجی ابا" بزرگ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے والد صاحب بھی وہاں موجود تھے خاکسار نے بزرگ صاحب سے عرض کی کہ سب لوگ نہر پر جا رہے ہیں اور حضرت امام جماعت ثانیؓ بھی نہر پر تشریف لے جا رہے ہیں لیکن ابا جی مجھے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حضرت بزرگ صاحب نے سنتے ہی پشتو میں والد صاحب سے کہا "سہ شی تہ منع کوے" کیوں روک رہے ہو جانے دو خدا خیر کرے گا۔۔۔ اب والد صاحب کو انکار کی ہمت نہ تھی جہاں تک خاکسار کو یاد پڑتا ہے بزرگ صاحب نے خاکسار کو چار آنے دیئے بس پھر کیا تھا ۴ آنے اس زمانہ میں دن بھر ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ تھا اس زمانہ میں دو پیسے کے وٹی یعنی دو سیر خربوزے ملتے تھے الحکم سٹریٹ سے ذرا آگے حضرت قاضی سید امیر حسینؓ کے مکان کے بالمقابل ایک گلی ہندوؤں کے بازار کو جاتی تھی اس کے کونہ میں عبد الرحمٰن کاشمیری جو جسم کا بھاری اور درمیانہ قد کا اپنی بڑی توند کے ساتھ خربوزوں کے ڈھیر پر بیٹھا کی ٹکے وٹی ٹکے وٹی کی آواز آج بھی کانوں میں محفوظ ہے۔ آپ نے کوڑیوں کے بھاؤ محاورہ سنا ہوگا' دیہات کی عورتیں ۵-۷ کوڑیوں کے عوض دکان سے نمک وغیرہ لے جاتی تھیں آٹا دو

روپے کا دو من کی بوری ملتی تھی اور دودھ ایک روپے کا ۲۰ سیر گھی ۱۴ آنے سیر اور گوشت ۶ آنے کا سیر ملتا تھا۔

بہرحال ہم نہر پر پہنچے جو لوگ اس میں شریک ہوتے رہے ہیں انہیں یاد ہوگا کہ نہر کا پانی شیشے کی طرح شفاف اور برف سے زیادہ یخ ہوتا تھا۔ جو پانی میں کپکپی چھوڑا دیتا اور باہر نکلتے تو پٹری پر پاؤں جلتے اب ذرا آگے کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

واٹر پولو کا میچ

نہر کے اندر کافی لوگوں کا مجمع تھا اور خاکسار نے دیکھا کہ حضرت امام جماعت ثانیؒ بھی نہر کے اندر موجود ہیں خاکسار کئی دوسرے لوگوں کی طرح کنارے پر کھڑا تھا۔ خاکسار نے دیکھا نہر کے نصف غربی حصہ میں مرزا گل محمد صاحب اور ان کے ساتھی ہیں اور نہر کے نصف شرقی حصہ میں حضرت امام جماعت ثانیؒ اور آپ کی ٹیم ہے خاکسار نے سنا حضرت امام جماعت ثانیؒ نے بلند آواز میں کہا "چل بھئی مرزا" یعنی مرزا گل محمد صاحب کو کھیل شروع کرنے کی دعوت دی یہ واٹر پولو کا میچ تھا اور بال پانی میں اچھلنے لگا ہر فریق کی کوشش تھی کہ بال نہرے سے باہر کنارے پر پھینکے جو فریق زیادہ مرتبہ بال باہر پھینکتا اس کے پوائنٹ زیادہ ہوتے۔ خاکسار دوسرے لوگوں کے ہمراہ ساتھ ساتھ نہر کے کنارے چل رہا تھا کہ گیند ہاتھ آئے تو اندر پھینکے۔ یہ سلسلہ کافی لمبا چلا اور ختم ہوگیا۔ وہاں ٹالیوں سے قناتیں اور چادریں باندھ کر مستورات کے لئے علیحدہ پردہ کا انتظام تھا۔ دوپہر کے کھانے کا لطف ہی کچھ اور تھا۔ نمازیں باجماعت جمع ہوتیں اور شام سے قبل واپسی ہوتی کتنا پیارا اور خوبصورت منظر ہوتا۔ زمانہ بھی کتنا بے رحم ہے وقت گذر جاتا ہے اور واقعات کہانیاں بن جاتی ہیں۔ اسی طرح کی پیارے قادیان کی کئی پیاری اور خوبصورت یادیں ہیں جن میں خاکسار چند کا ذکر کرنا چاہتا ہے مگر اس سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ کا آپ کے بارہ میں مخصوص خطبہ جمعہ کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

حضرت بزرگ صاحبؓ کی وفات پر
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مخصوص خطبہ جمعہ

حضرت بزرگ صاحبؓ کی وفات پر حضرت امام جماعت ثانیؓ نے آپ کے بارہ میں خطبہ جمعہ میں آپ کے روحانی مقام کے بارہ میں جماعت کے سامنے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ اس سورۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کی ہدایت اس قوم کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہتی ہے جو شرک سے مجتنب اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے۔ جس کا توکل کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو اور اسی کی طرف سورۃ فاتحہ میں (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) پہلے رکھا اور بتایا کہ کامل عبادت اللہ تعالیٰ کی ہی بجالانی چاہئے (پھر تجھ سے مدد چاہتے ہیں) سے یہ بتایا کہ کامل توکل بھی اسی کی ذات پر ہونا چاہئے۔ ان دونوں باتوں یعنی کامل عبادت اور کامل توکل کے نتیجہ کے طور پر فرمایا ۔چلا ہمیں سیدھے راستہ پر ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا) یعنی جب میں اس طرح عبادت کرتا ہوں جو توحید پر قائم ہونے کا مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے اور جب میں تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں جو توکل کا مقام ہے تو اب میرا حق ہے کہ میں تجھ سے درخواست کروں کہ مجھے وہ راستہ دکھا جو انعام والوں کا ہے۔۔۔ اس کے آگے حضور منعم علیہ گروہ کی تشریح فرماتے ہوئے فرماتے ہیں اس سے مراد

وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا کلام نصیب ہوا اور جو وحی اور کشوف سے متمتع ہوئے --- اس کے آگے حضور خدا سے اجر پانے والوں اور ان کے مختلف گروہوں کی تفصیل بیان فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان فضل ہے کہ اس نے اس زمانہ میں اپنے مامور کے ذریعہ نہ صرف خدائی خبر کا علم ہمیں عطا فرمایا بلکہ (خدائی خبر) سے حصہ بھی دیا --- کہ یہ دروازہ روحانی ترقی کرنے والوں کے لئے ہمیشہ کھلا ہے --- فرماتے ہیں پس (خدائی خبر) اور وحی ایسی چیزیں ہیں جو انسانی قلب میں وثوق اور یقین پیدا کرتی ہیں اور جب یہ لذت کسی انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو پھر وہ کسی اور لذت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور جیسا یقین اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی (خدائی خبر) پر رکھتا ہے اور کسی پر نہیں رکھتا ---

ہماری جماعت کو وحی اور (خدائی خبر) کی نعمت اور اس کے مشاہدہ کی برکت ایسی ملی ہے جس کی جتنی بھی ہم لوگ قدر کریں کم ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کا ایک طبقہ ایسا ہے جو اب اس نعمت کے حصول سے بالکل غافل ہو رہا ہے۔ ہزارہا آدمی ہماری جماعت میں ایسے ہیں جو اس امر کو کافی سمجھتے ہیں کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں وہ کافی سمجھتے ہیں کہ وہ روزے رکھتے ہیں وہ کافی سمجھتے ہیں کہ وہ چندے دیتے ہیں لیکن اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ ہر معاملہ میں ان کی راہنمائی کرے اور ان سے ہمکلام ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نمونے ہماری جماعت میں اب بھی موجود ہیں گو اپنی غلطی کی وجہ سے بعض لوگ اس نمونہ سے بھی گمراہ ہو جاتے ہیں --- جب تک ہماری جماعت میں ایسے لوگ نہ ہو جن کی دعائیں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہوتی ہوں اور جن پر کشف اور وحی کا دروازہ (خدائی خبر) کھلا ہوا ہو اس وقت تک ہماری جماعت محفوظ نہیں ہو سکتی۔ (حضرت بانی سلسلہ) کے زمانہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں ہماری جماعت

میں ایسے اشخاص تھے جو کشوف اور (خدائی خبر) اور خدائی وحی کے مورد تھے --- میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایک ایک کر کے فوت ہو رہے ہیں لیکن مجھے ان کے قائم مقام نظر نہیں آتے --- اسی قسم کے لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف رکھتے تھے اور جن کی وجہ سے مجھے اس خطبہ کی تحریک ہوئی مولوی عبدالستار افغان تھے جو ابھی پچھلے ہفتے فوت ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک غیر ملک سے لا کر اس نعمت سے متمتع کیا وہ سید عبداللطیف صاحب (-) کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ ہی سلسلہ میں داخل ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ اس قسم کا ایمان اور اخلاص عطا کیا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو میسر آتا ہے مجھے بچپن سے ہی جب سے وہ قادیان آئے ان سے انس رہا ہے اور میں نے دیکھا حضرت بانی سلسلہ بھی خاص موقعوں پر انہیں دعا کے لئے کہہ دیتے تھے جیسا کہ ہر صاحب ایمان دوسرے صاحب ایمان کو اپنے لئے دعا کی تحریک کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مامورین میں کبر نہیں ہوتا وہ خدا کے استغناء ذاتی سے واقف ہوتے ہیں اس لئے دعا کے موقعہ پر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم مامور ہیں اور دوسرا غیر مامور ہے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سارے ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور نہ معلوم اللہ تعالیٰ اس وقت کس منہ کی دعا قبول کر لے مولوی عبدالستار صاحب کے متعلق میرا ایک تجربہ ہے جس کا میرے قلب پر آج تک اثر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ (صحیح خدائی خبر پاتے تھے) حضرت امام اولؓ کے زمانہ میں جب میں نے دیکھا کہ جماعت میں دعوت الی اللہ کا پہلو نہایت کمزور ہے تو اس وقت میں نے تجویز کی کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جس کا فرض ہو کہ وہ دنیا میں دعوت الی اللہ کرے میں نے اس تجویز کا علم اس وقت کسی کو نہ دیا یہاں تک کہ اپنے گھر کے دوستوں سے بھی اس کا ذکر نہ کیا تھا --- میں نے بعضوں کو استخارہ اور بعض کو دعا کے لئے کہا

جنہیں مجملاً بتایا کہ کوئی دینی بات ہے اس کے لئے دعا کریں اس سے زیادہ میں نے کسی کے سامنے وضاحت نہ کی۔

مولوی عبدالستار صاحب افغان کو بھی میں نے لکھا کہ میرے دل میں ایک مقصد ہے۔ آپ اس کے لئے دعا کریں۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ معلوم ہو تو اس سے مجھے مطلع کریں دو تین دن کے بعد انہوں نے مجھے جواب دیا اگرچہ میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا کہ میرے دل میں کیا مقصد ہے آیا وہ میرا ذاتی کام ہے یا دینی اگر دینی کام ہے تو کیا؟ لیکن جواب میں اول تو انہوں نے مختلف (-) لکھے جو سارے کے سارے دعوت الی اللہ کے متعلق تھے پھر ایک رویا لکھی کہ ایک میدان میں تمام لوگ کھڑے ہیں اور میں انہیں کہتا ہوں کہ دنیا میں دعوت الی اللہ کرو مفتی محمد صادق صاحب بھی وہیں ہیں پھر لکھا آپ نے مفتی محمد صادق صاحب کو کسی پہاڑی سر، علاقہ میں دعوت الی اللہ کے لئے بھیج دیا گویا دعوت الی اللہ کا جو نقشہ میرے ذہن میں تھا خدا تعالیٰ ان کو سارے کا سارا بتادیا۔ پھر جزئیات بھی بتادیں، جو اب تک پوری ہو رہی ہیں چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو عرصہ تک باہر دعوت الی اللہ کے لئے میں نے بھیج دیا اور اب بھی پہاڑوں پر انہیں مختلف کاموں کے لئے بھیجنا پڑتا ہے۔ بعض اور امور میں بھی میرا تجربہ ہے مگر اس واقعہ کا میرے دل پر خاص اثر ہے اس زمانہ میں دعوت الی اللہ کی کمی کا میرے دل پر اس قدر احساس تھا کہ دیوانگی کی حد کو پہنچا ہوا تھا یہ رویا میرے لئے بہت امید افزا ثابت ہوئی اور پھر خدا تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کے راستے کھول دیئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور مولوی صاحب کا بہت بڑا درجہ تھا۔ ان کی وفات سے دو اڑھائی مہینے پہلے کی بات ہے کہ میں نے ڈلہوزی میں رویا دیکھا کہ کوئی شخص نہایت گھبرائے ہوئے الفاظ میں کہتا ہے دوڑو۔ دوڑو قادیان میں ایک ایسا شخص

فوت ہوا ہے جس کے فوت ہونے سے آسمان و زمین ہل گئے ہیں جب میری نظر اٹھی میں نے دیکھا واقعی آسمان ہل رہا ہے اور مکان بھی ہل رہے ہیں۔ گویا ایک زلزلہ آیا ہے میرے قلب پر اس کا بڑا اثر ہوا میں گھبرا کر پوچھتا ہوں کون فوت ہوا ہے تو کوئی شخص تسلی دینے کی خاطر کہتا ہے کہ ہندوؤں میں سے کوئی فوت ہوا ہوگا۔ میں نے کہا ہندوؤں میں سے کسی کے فوت ہونے کے ساتھ آسمان و زمین کے ہلنے سے کیا تعلق وہ شخص کہنے لگا ہندوؤں کا زمین و آسمان ہل گیا ہوگا اس وقت جیسے کوئی شخص تسلی حاصل کرنے کے لئے ایسے الفاظ پر مطمئن ہونا چاہتا ہے میں بھی مطمئن ہونا چاہتا ہوں مگر پھر گھبراہٹ میں کہتا ہوں کہ چلو دیکھو تو سہی۔ اسی گھبراہٹ میں تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ اس رویا کے ۸-۷ دن بعد تار پہنچا کہ حضرت (اماں جان) سخت بیمار ہیں۔ اس وقت تار پہنچنے پر میں نے بعض دوستوں کو جن میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور غالباً مولوی شیر علی بھی تھے بتایا کہ میں نے اس طرح کا رویا دیکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ ہے شاید اس سے مراد حضرت اماں جان ہی ہوں میں فوراً روانہ ہوگیا لیکن میرے آنے تک بہت حد تک انہیں صحت ہوگئی۔

اس کے چند دنوں بعد مولوی عبدالستار صاحب بیمار ہوگئے اور مجھے ان کی بیماری کی اطلاع پہنچی گو میں اس عرصہ میں ان کی صحت کے لئے دعائیں ضرور کرتا تھا مگر دل میں خدشہ تھا کہ اس خواب سے مراد انہیں کی وفات نہ ہو اور اب جبکہ وہ فوت ہو چکے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ رویا انہی کے متعلق تھی جو پوری ہوگئی--- جب کوئی ایسا شخص فوت ہوتا ہے جو مقبول الٰہی ہو تو اس کی وفات کا زمین و آسمان پر اثر ضرور ہوتا ہے حدیثوں میں بھی اس قسم کا مضمون آتا ہے کہ (**صاحب ایمان**) بندے کی جان نکالنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو بہت تردد ہوتا ہے۔ تردد پھر اللہ تعالیٰ کا تردد یقیناً زمین و آسمان کو ہلا دینے والا ہوتا ہے--- میں نے ذکر

کیا تھا کہ بعضوں کو (خدائی خبر) ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں کئی لوگ ایسے ہیں (جو خدائی خبر) کو اپنی شہرت کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں اور اس طرح انہیں ٹھوکر لگ جاتی ہے مگر مولوی عبدالستار کو کثرت سے (خدائی خبریں) ہوتی تھیں باوجود اس کے انہوں نے کبھی (خدائی خبر کو) اپنی بڑائی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ امام کی اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام ان کے اندر پورے طور پر پایا جاتا تھا اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو سلسلہ کا جز سمجھتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ اگرچہ وہ عبادات کی کثرت، صحت کی کمزوری کی وجہ سے منحنی اور کمزور رہتے تھے مگر جب کوئی ایسا واقعہ آیا جس میں غیروں سے مقابلہ کی ضرورت پیش آئی وہ باوجود کمزوری کے جوانوں کی طرح وہاں پہنچ جاتے ابھی پچھلے دنوں میری موجودگی میں سکھوں سے جب فساد ہوا تو ایک نوجوان پٹھان نے بتایا کہ میں آپ کے کمرے سے کوئی چیز تلاش کر رہا تھا مولوی صاحب کہنے لگے کیا کام ہے میں نے کہا سکھوں سے احمدیوں کی لڑائی ہو گئی ہے آپ اس وقت بیمار اور سخت کمزور تھے یہ سنتے ہی گھبرا کر چارپائی پر ہلنے لگ گئے۔ اور کہنے لگے کہ پھر تم یہاں کیا دیکھ رہے ہو۔ جلدی کیوں نہیں جاتے تو وہ اپنے آپ کو نظام سے بالا نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ میں حضرت امام اولؓ کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو نمبردار سمجھنے لگ جاتے ہیں میں نے ان میں ہمیشہ یہ خوبی دیکھی کہ وہ اطاعت اور نظام سلسلہ کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے۔ پٹھانوں کے لئے تو ان کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ تھا وہی انہیں پڑھایا کرتے اور وہی لڑائی جھگڑے کے موقعہ پر انہیں نصیحت کرتے اور سمجھاتے۔ غرض بغیر اس کے کہ افغانستان سے آنے والے احمدیوں کی خبر گیری کے لئے ہمیں کچھ کرنا پڑتا وہ خود ہی ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیتے (حالانکہ سید عبداللطیف کی شاگردی کے باعث ان کی تالیف قلب کی بہت ضرورت تھی) پھر خدا

تعالیٰ نے ان کو توکل کا ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ نہایت ہی سیر چشم واقعہ ہوئے تھے کبھی اتنا عرصہ وہ قادیان میں رہے مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ بھی مجھے اپنی ذاتی ضروریات کے لئے کسی قسم کی تحریک کی ہو اور میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان پیدا فرما دیا کرتا تھا کہ خود بخود ان کی ضروریات پوری ہو جاتیں کیونکہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگوں کے دلوں کو متوجہ کرتا ہے کہ اس کی مدد کریں۔

غرض اللہ تعالیٰ خدائی خبروں کے ذریعہ ان کی امداد بھی کرا دیتا تھا میں نے (خدائی خبر) کے بارے میں جس قدر اپنی جماعت کے اشخاص دیکھے ہیں ان میں سے میں نے انہیں زیادہ ثابت قدم۔ غیر متزلزل اور مضبوط دیکھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اور بھی ایسے لوگ جماعت میں موجود ہوں مگر جتنوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ ثابت قدم میں نے انہیں کو دیکھا ہے (خدائی خبریں) ہماری جماعت میں اور بھی بہت سے لوگوں کو ہوتی ہیں مگر بعض ان میں ایسے ہیں کہ ایک وقت آ کر ٹھوکر کھا جاتے ہیں--- اور پھر کئی تو ایسے بھی ملہم ہیں جو مجھے بھی دھمکیاں دینے لگ جاتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ میں نے کبھی کوئی (خدائی خبر) یا کشوف بیان نہیں کئے اس لئے مجھے (خدائی خبریں) ہوتی ہی نہیں) اور اس طرح وہ اپنی (خدائی خبریں) مجھے سنا سنا کر ڈرانا چاہتے ہیں حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو کلام الٰہی کا علم دیا ہے اس کے تحت انسانوں کی دھمکیاں مجھ پر اثر ہی نہیں کرتیں چاہے دھمکی دینے والا (خدائی خبر پانے والے) کے لباس میں آئے چاہے مامور کے لباس میں۔ چاہے بادشاہ کے لباس میں چاہے فقیر کے لباس میں میں جانتا ہوں کہ کلام اور کلام پانے والوں کے کیا درجے اور مراتب ہوتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان درجوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ اس لئے مجھ پر ہمیشہ وہی چیز اثر کرتی ہے اور اتنا

ہی اثر کرتی ہے جتنی اس میں تاثیر پائی جاتی ہو اس سے نیچے یا اوپر مجھ پر کوئی چیز اثر نہیں ڈال سکتی مولوی عبدالستار صاحب افغان کو میں نے دیکھا کہ انہیں نہایت کثرت سے (خدائی خبریں) ہوتی تھیں۔ مگر باوجود اس کے وہ امامت کا انتہائی ادب کرتے اور سوائے ایک دفعہ کے میرے اور ان کے درمیان کبھی غلط فہمی پیدا ہونے کا موقعہ نہیں آیا وہ بھی اس طرح کہ ایک شخص نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی صاحب ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں میں نے کہا مولوی صاحب ایسا نہیں کہتے ہوں گے تمہیں غلطی لگی ہوگی چنانچہ جب مولوی صاحب کو اس بات کا پتہ لگا تو انہوں نے میرے پاس اس کی تردید کی اور کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

پس میں تاریخ میں جماعت کے ایک نیک اور اچھے شخص کے نمونہ کو قائم کرنے کے لئے یہ خطبہ کہہ رہا ہوں۔ حضرت امام جماعت اول کو بھی آپ کا اتنا خیال تھا کہ جن چند لوگوں کو امام (عبادت) کے طور پر مقرر کیا ہوا تھا ان میں سے ایک آپ بھی تھے غرض جہاں میں چاہتا ہوں کہ تاریخ میں ان مخلص اور خدا رسیدہ لوگوں کے نام رہ جائیں۔ وہاں میں نوجوان احمدیوں اور نئے احمدی بننے والوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کا اخلاص اور ایمان پیدا کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین۔ معرفت اور توکل حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہم کلام ہو اور وہ اس مقام پر کھڑے ہوں کہ ان کی وفات آسمان و زمین کو ہلا دینے کا موجب ہو جائے۔ وہ بھی کیا انسان ہے جو دنیا میں آیا اور چند سال رہ کر یوں مر گیا جیسے مکھی مر جاتی ہے۔ ہمارے سامنے یہ مقصد ہونا چاہئے کہ جب ہماری موت کا وقت آئے تو اس وقت ہماری وفات پر خدا کو تردد ہو اور سکرات میں خدا کہے کہ اگرچہ میرا یہ فعل سنت اور حکمت کے تحت ہے لیکن میرے بندے کی یہ وقتی تکلیف میری تکلیف اور گھبراہٹ کا موجب ہے یہ مقام جو شخص حاصل کر لیتا ہے وہ اپنی زندگی

کے مقصد کو پا لیتا ہے اور یاد رکھو کہ یقین کے مقام پر وہی شخص ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے کامل تعشق۔ کامل عبودیت اور کامل توکل پیدا کرتا ہے اور یہاں تک خدا تعالیٰ کے عشق اور محبت میں گداز ہو جاتا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ اگر میں نے اپنے اس بندے۔ سے کلام نہ کیا تو یہ اسی غم اور رنج و فکر میں ہلاک ہو جائے گا۔

(از خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸-۱۰-۱۹۳۲ مطبوعہ الفضل ۳۔ نومبر ۱۹۳۲ء)

اس خطبہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے احباب جماعت، علماء اور نئے احمدی بننے والوں کو جو پیغام دیا ہے وہ کس قدر اہم ہے کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں۔ خدا کرے کہ جماعت میں بکثرت ایسے لوگ پیدا ہوں جو معرفت الٰہی، توکل علی اللہ اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھنے والے ہوں۔ آمین

آخر میں بزرگ صاحبؓ کی ایک دعا پیش خدمت ہے جو آپ بالعموم دم کرتے وقت پڑھا کرتے تھے۔

باسم اللہ الذی لا یضر معہ اسمہ شیئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالامان

سروانی کوٹ

مالیرکوٹلہ

۲۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء

برادرم عبداللہ افغان سلمکم اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم

مولوی عبدالستار صاحب کے انتقال کا سخت افسوس ہے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ واقعی وہ بزرگ آدمی تھے

اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے ۔ راقم محمد علی خان

سروانی کوٹ

۲۶ اکتوبر ۱۹۳۲ء

میاں عبداللہ افغان السلام علیکم ۔ حضرت مولوی صاحب کی وفات کی خبر معلوم ہو کر

سخت رنج اور صدمہ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ انہیں بڑے بڑے فضل فرمائے ۔ آمین

اور ہم جیسے گناہ گاروں کو ~~ان کی دعاؤں کی~~ اشد ضرورت تھی افسوس وقت

اپنی [illegible] سخت مصیبت میں [illegible]

ہوئے ان کی دعاؤں سے تسکین ہو جایا کرتی تھی ۔ مجھے تو افسوس ان کی

[illegible] کی وفات کی خبر معلوم ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بڑے

بڑے درجے دے اور انہیں بڑے فضل فرمائے ۔ ایسے اہل اللہ

دنیا میں [illegible] ۔ ابھی ہمارا کام صبر کا ہے [illegible]

[illegible] ۔ عبداللہ [illegible]

حضرت عبدالغفار خان صاحبؓ اور
حضرت سید عبداللطیف شہیدؓ کے خطوط بنام حکام کابل

حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد کتاب شہزادہ سید عبداللطیف شہیدؓ کے ص ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ

"الف۔ جب یہ خطوط لکھے گئے تو آپ نے اپنے ایک آدمی کو فرمایا کہ یہ خطوط لے جاؤ اور ان لوگوں کو دیدو جن کے نام یہ خط ہیں۔ تب اس آدمی نے عرض کی کہ کپڑے وغیرہ لے لوں کہ سردی کا موسم ہے۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور کاغذات واپس لے لئے اور فرمایا کہ تم اس لائق نہیں ہو۔ ان میں سے ایک آدمی عبدالغفار صاحب برادر مولوی عبدالستار مہاجر قادیان جو بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں اس مجلس سے اٹھ کر عرض کیا کہ جناب میں حاضر ہوں آپ خوش ہوگئے۔ اور اسے تمام خطوط دیدیئے۔ اس وقت سردی کا موسم تھا۔ برف پڑی ہوئی تھی اس نے کاغذ لے جاکر جن کے نام خطوط تھے دیدیئے۔ یہ عبدالغفار خان ان لوگوں سے جن کے نام خطوط تھے شہید مرحومؓ کی وجہ سے خوب واقف تھے۔ جب عبدالغفار نے ان سے جواب مانگے تو مرزا محمد حسین گورنر نے جواب دیا تم ابھی چلے جاؤ بعد میں ڈاک کے ذریعہ مولوی صاحب کو جواب پہنچ جائے گا"۔

ص ۶۶ پر مصنف موصوف لکھتے ہیں :

"مولوی عبدالغفار نے واپس آکر صاحبزادہ صاحب شہید سے عرض کی کہ مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا مگر محمد حسین خان نے کہا ہے کہ تم جاؤ جواب ڈاک میں آجائے گا۔ مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ مجھے تو خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ اس خطرے کے ہوتے ہوئے بھی صاحبزادہ صاحب نے کوئی پرواہ نہ کی"۔

مندرجہ بالا پیراگراف کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ خاکسار کو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت عبدالغفار خانؓ جو خاکسار کے سگے دادا جان ہیں اور حضرت عبدالستار خانؓ کے بڑے بھائی ہیں ان کے والد محترم کا نام بھی دیندار خان ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آپ کی قومیت بھی منگل ہے۔

اس سے ایک بات یہ واضح ہوگئی کہ آپ بھی حضرت شہید مرحومؓ کے حد درجہ عقیدت مند اور قابل اعتماد شاگردوں میں سے تھے حتی کہ آپ کی زیادہ سے زیادہ صحبت و معیت کے باعث آپ کابل کے بڑے بڑے حکام کو جانتے تھے اسی لئے آپ نے ہر پانچ خطوط مکتوب الیہان کو کابل کو پہنچادیئے آپ مجلس سے اٹھے وہیں سے سیدھے کابل روانہ ہوگئے نہ سردی کی پرواہ کی نہ برفباری کی نہ ہی ان کو خود اپنی گرفتاری کا ڈر محسوس ہوا نہ پہاڑی راستہ کی طوالت کا خوف اس سے آپ کا حضرت شہید مرحومؓ سے گہری عقیدت اور محبت کا تعلق ثابت ہوتا ہے۔ خطوط پہنچانے کے بعد آپ واپس حضرت صاحبزادہؓ کو رپورٹ دیتے ہیں کہ جناب خطوط تو خاکسار نے پہنچادیئے ہیں مگر مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔

جن احباب کو یہ خط لکھے گئے تھے ان کے نام اور خطوط کا مضمون حسب ذیل ہے :

۱۔ مرزا محمد حسین خان گورنر کابل
۲۔ مرزا عبدالرحیم خان دفتری
۳۔ شاغاشی عبدالقدوس خاں
۴۔ حاجی باشی
۵۔ قاضی القضاۃ (حوالہ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات ص ۱۳ و شہداء الحق ص ۴۴)

خطوط کا نفس مضمون

"کہ میں حج کی خاطر روانہ ہوا تھا لیکن ہندوستان جا کر قادیان ایک جگہ ہے وہاں گیا قادیان میں ایک آدمی نے جس کا نام مرزا غلام احمد ہے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں خدا کی طرف سے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اور میں خدا کے کلام قرآن شریف اور احادیث کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہوں اور میرا دعویٰ خدا اور رسول کے قول کے مطابق ہے مجھے خدا اور رسول نے خود مقرر کر کے بھیجا ہے میں محمد ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے آیا ہوں تاکہ میں اپنے آقا کے دین کی اس مصیبت کے وقت میں خدمت کروں۔ تب میں نے قادیان میں چند مہینے گذارے اس کے تمام چال چلن کو دیکھا۔ دعوے کو سنا اور اقوال و افعال غور سے دیکھے تو میں نے اس کو اور اس کے تمام حالات کو قرآن و حدیث کے مطابق پایا اور اس کے ملنے سے ہمیں خدا اور رسول ؐ کا قرب حاصل ہوا۔ سو میں آپ لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے اور یہ وہی شخص ہے جس کی حضرت محمد ﷺ نے آئندہ زمانہ کے لئے پیشگوئی کی تھی اور یہ وہی شخص ہے جس کا انتظار ہم لوگ کرتے تھے۔ میں نے اسے مان لیا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اسے مان لو۔ تاکہ خدا کے عذاب سے بچ جاؤ اور تمہاری بہتری ہو۔ آگے آپ لوگوں کا اختیار ہے۔ مجھ پر تو صرف پیغام پہنچانا فرض تھا اور میں پیغام پہنچا کر سبکدوش ہوتا ہوں"۔ ("شہید مرحوم کے چشم دید واقعات" حصہ اول ۱۳،۱۲)

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ؓ نے جس نور اور صداقت کو پایا اور پہچانا تھا وہ چاہتے تھے کہ جس قدر جلد سے جلد ہو اس نور کو دوسروں تک پہنچایا جائے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مصلحت یا خوف ان کی راہ میں حائل نہ ہوا نیز اس سے آپ کے بلند علمی مقام اور عارف باللہ ہونے کا پتہ چلتا

ہے اور آپ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون کا مجسم نمونہ تھے جو صرف اور صرف آپ کو آپ کے بلند علمی مقام کے باعث حضرت مسیح موعودؑ مامور من اللہ کی شناخت اور اس پر ایمان لانے سے حاصل ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے حضرت شہید مرحوم کے بلند علمی دینی اور روحانی مقام پر تذکرۃ الشہادتین میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور آپ کی شہادت پر انتہائی دکھ اور کرب کا اظہار فرمایا ہے انہی کے شاگردوں میں سے حضرت عبدالستار خان المعروف بزرگ صاحب حضرت عبدالغفار خان اور محمد مہروز خان تھے۔

حضرت عبدالغفار خان، حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف قربان راہ مولا کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد ۱۹۰۴ء میں اپنے چھوٹے بھائی حضرت عبدالستار خان کے ہمراہ قادیان تشریف لے آئے تھے۔ اس وقت آپ کے چھوٹے بھائی محمد مہروز خان عرف محمد میرو اور آپ کا بیٹا عبداللہ خان بیٹی عائشہ بیگم قریہ صاحبزادہ گان خوست میں تھے اور آپ کو اپنے بیٹے اور بیٹی کا بہت فکر تھا کہ وہ قادیان کے روحانی اور پر امن ماحول کی بجائے افغانستان کے پر ظلمت جہالت کدہ میں رہ رہے ہیں لہٰذا آپ تقریباً ایک سال بعد ۱۹۰۵ء میں ان کو قادیان لانے کے لئے افغانستان گئے۔ آپ کی بیٹی عائشہ بیگم اس وقت اپنے چچا محمد مہروز خان اور چچی کے پاس رہتی تھیں آپ کے چچا کی کوئی اولاد نہ تھی لہٰذا وہ بھتیجی سے بہت پیار کرتے تھے اور آپ نے اسے ماں کی کمی تک محسوس نہ ہونے دی وہ تقریباً ڈھائی برس کی عمر میں والدہ کے فوت ہونے کے بعد اپنے چچا کے پاس رہ رہی تھیں جہاں انہیں ہر طرح کا آرام اور خوشی میسر تھی۔ اس لئے جب والد نے بیٹی سے قادیان چلنے کے لئے کہا تو آپ نے انکار کر دیا دوسری طرف چچا بھی نہیں چاہتے تھے کہ ان کے گھر کی رونق چلی جائے۔ سو بھائی نے بھائی سے کہا کہ اگر آپ کی بیٹی اپنی مرضی سے آپ کے ساتھ جاتی ہے

تو ٹھیک ہے ورنہ زبردستی نہیں جائے گی۔ چنانچہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ خان کو اپنے ہمراہ ۱۹۰۵ء میں قادیان لے آئے۔

قادیان میں آپ حضرت امام الزمان ؑ کی بابرکت ایمان پرور صحبت اور روحانی مجالس سے فیض یاب ہونے اور حضور پرنور کی اقتداء میں نماز ادا کرنے اور حضور کے پرنور چہرہ کی زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے لگے۔ اس کے ساتھ آپ حضرت بزرگ صاحب کی مجالس میں شریک ہوتے اور آپ کے ساتھ مل کر افغانستان سے نو آمدہ احمدی افغانوں کی دیکھ بھال ان کی تعلیم و تربیت اور ان کے ذاتی مسائل حل کرنے میں مدد کرتے آپ دراز قد تھے آپ کی آواز بہت بلند تھی آپ کی آذان کی آواز قادیان سے باہر تین میل دور نہر پر سنی جاتی تھی حضور کی سخت زلزلہ والی پیشگوئی کے موقعہ پر جو احباب اس وقت موجود تھے تتمہ حقیقۃ الوحی میں آپ کا نام بطور شاہد درج ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے عبداللہ خان اور بھائی عبدالستار خان کا نام بھی درج ہے۔ تاریخ احمدیت جلد ۴ میں درج ہے کہ حضرت امام الزمان ؑ کے وصال کے بعد آپ اپنے داماد حضرت مولوی غلام رسول صاحب افغان کے ہمراہ بہشتی مقبرہ میں حضور کے مزار پر کئی ماہ تک پہرہ دیتے رہے۔ آپ وفات کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں جانب جنوب قطعہ میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

حضرت محمد مہروز خان رضی اللہ عنہ عرف محمد میرو

آپ حضرت عبدالستار خان افغان المعروف بزرگ صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں آپ کو بھی حضرت سید عبداللطیف صاحب قربان راہ مولا کی صحبت اور شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ آپ کا شمار حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے انتہائی مخلص فدائین میں ہوتا ہے آپ کو حضرت صاحبزادہ صاحب

اور آپ کے اہل و عیال سے بے حد عقیدت و محبت تھی جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب موصوف کے وصال کے بعد جب آپ کے تمام اہل و عیال اور کچھ دیگر عزیزوں کو گرفتار کر کے سید گاہ سے کابل جلاوطن کیا گیا تو آپ ازخود اپنے طور پر قافلہ کے پیچھے روانہ ہو پڑے تاکہ کسی خدمت کے لئے ان کے کام آسکیں۔ اور جب کابل سے اس جلاوطن قافلہ کو ترکستان بھیجا گیا تو آپ لمبے عرصہ تک اس جلاوطن قافلہ کو خرچ اور دیگر ضروریات پہنچاتے رہے اور بقول حضرت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب "اس وقت جبکہ سوائے رؤف و رحیم خدا کے اور کوئی غمگسار اور ہمدرد نہیں تھا--- اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ لوگ حکومت کے خوف کی وجہ سے ہمارا نام تک لینا اپنے لئے مضر سمجھتے تھے--- اس وقت محمد میرو صاحب کا ہی وجود تھا جس کو ہماری ہمدردی اور خدمت کا احساس تھا قریباً ۱۵ پندرہ سال تک وہ ہمارے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتے رہے بنوں (نورنگ) جاکر ہماری زمین کی آمدنی لیکر ترکستان پہنچا دیتے راستہ کی دوری برفوں اور پہاڑوں کی مشکلات آپ کے راستہ میں حائل نہ ہو سکتی تھیں--- وہ ان دور دراز سفروں کو پیدل طے کرتے پھر جب ہم کابل جیل میں تھے وہاں بھی آپ کا ہی وجود ہمارے لئے مفید ثابت ہوا--- حضرت سید ابوالحسن قدسی صاحب لکھتے ہیں کہ یوں تو آپ کی زندگی کا ہر ایک شعبہ اس قابل ہے کہ تاریخ احمدیت کے صفحہ پر سنہری حروف میں ثبت رہے۔

شہید مرحوم رضی اللہ عنہ کی نعش کو کابل سے سید گاہ منتقل کرنا

لیکن اس وقت مختصراً ایک اہم واقعہ سپرد قلم کرتا ہوں--- جب والد بزرگوارم سید عبداللطیف صاحب راہ مولا میں قربان ہوگئے آپ کی نعش کابل کے کسی قبرستان میں دفن کر دی گئی تھی---

اس وقت جناب محمد میرو صاحب سید گاہ (جو ہماری اصلی جائے پیدائش کا نام ہے) خوست میں رہا کرتے تھے چونکہ وہ فطرتاً شجاع اور بہادر تھے اور احمدیت کے رنگ نے تو اور بھی ان کو دلیر بنا دیا تھا پھر جذبہ محبت تھا جو آپ کے دل میں اپنے پیارے دوست کے متعلق تھا ان حالات میں آپ نے وفاداری کا ایسا نمونہ پیش کیا جو نہایت ہی قابل تعریف ہے محمد میرو صاحب نے فیصلہ کیا کہ (صاحبزادہ صاحب) کی نعش کو سرزمین کابل سے لاکر سید گاہ میں دفن کرنا چاہئے آپ کے اس ارادہ کا اور کسی کو علم نہ تھا چنانچہ آپ نے (تن تنہا) کابل جاکر کسی واقف دوست سے مزار کا پتہ لگایا اور ایک دوسرے سپاہی کی مدد سے تابوت کو نکال کر اپنی پشت پر اٹھا کر کسی تنہائی کی جگہ میں رکھ دیا--- خچر کا انتظام کیا اور تابوت کو سید گاہ لاکر دفن کر دیا گیا--- (تفصیل الفضل مورخہ ۱۷-۱-۳۴ منسلکہ میں ملاحظہ ہو)۔

حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کتاب شہزادہ سید عبداللطیف شہیدؓ کے ص ۷۹-۸۷ پر لکھتے ہیں۔

"اور اس کے بعد ایسا ہوا کہ جب شہید مرحومؓ کو اپنے مقبرہ میں بعد سنگساری ایک سال کا عرصہ گذر گیا تو میرو نام ایک شاگرد نے ارادہ کیا کہ ان کو اپنے گاؤں (سید گاہ) لے جاکر دفن کیا جائے۔ چنانچہ اس نے پوشیدہ طور پر ان کی لاش کو ان کے گاؤں میں لے جاکر دفن کر دیا۔ اور نہ معلوم سی قبر بنائی لیکن عجب خان تحصیلدار (جو آپ کا مرید تھا) کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ شہید مرحومؓ کی قبر کو اچھی طرح بنایا جائے۔ شاید تحصیلدار موصوف الذکر نے اپنی طرف سے کچھ امداد بھی کی اور شہید مرحومؓ کے شاگردوں نے آپ کی قبر سید گاہ میں پختہ بنا دی۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی قبر لوگوں میں مشہور ہو گئی لوگ دور دور سے زیارت کے لئے آنے شروع ہو گئے۔ تب بادشاہ کو رپورٹ ہوئی کہ اس آدمی کی لاش کو جسے سنگسار کیا گیا تھا یہاں

پر لائی گئی ہے اور اس پر ایک قبر بھی تیار ہوئی ہے لوگ بڑی دور دور سے دیکھنے اور زیارت کے لئے آتے ہیں اور چڑھاوے چڑھتے ہیں تب امیر نصراللہ خان نے جو بادشاہ کا بھائی تھا خوست کے گورنر کو حکم دیا کہ شہید مرحومؓ کی لاش کو نکال کر آگ یا دریا میں ڈال دیا جائے اور ان کی لاش نکالنے والے کو سزا دی جاوے۔ جب گورنر خوست کو حکم پہنچا تو اس نے سرکاری آدمی بھیج کر شہید مرحومؓ کی لاش کی ہڈیاں (جنوری ۱۹۱۰ء میں قریباً ساڑھے چھ سال بعد نکال کر دریا میں میں ڈال دی گئیں۔ بعض کہتے ہیں کسی مقبرہ میں دفن کر دی گئیں ہیں۔ اس لاش کے نکالنے والے کا نام بتایا جا چکا ہے کہ میرو تھا۔ ان کو گرفتار کر کے کابل لے جایا گیا اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر چڑھا کر اور (گلے میں ہڈیوں کا ہار ڈال کر قریباً ۶ ماہ تک) گاؤں میں پھرایا جاتا رہا حتی کہ آپ کی مقعد زخمی ہو گئی (حضرت پھوپھی جان کہتی ہیں کہ اس دوران چوکیدار اور گدھا بدلتا رہا) یہاں تک کہ تھانیدار کو امیر سے رپورٹ کرنی پڑی کہ اب یہ شخص گدھے پر بیٹھنے کے قابل نہیں رہا) لوگ کہتے گئے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اس کافر کی لاش کو جس کو سنگسار کیا گیا تھا قبر سے نکالا ہے اس کی یہ سزا ہے۔ خیر خدا تعالیٰ نے شہید مرحومؓ کی قبر کو شرک کی ملونی سے پاک رکھنا تھا (بقول پھوپھی جان عورتیں چڑھاوے چڑھاتیں اور منتیں مانتی اور وہ پوری ہو جاتیں) اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے فضل فرمائے اور ان کی روح کو اپنے عرش کے سایہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین"۔

اس بات کی وضاحت ابتداء میں کی جا چکی ہے کہ میرو نام والا شخص حضرت بزرگ صاحب کا چھوٹا بھائی ہے اور آپ کا صحیح نام محمد مہروز خان ہے۔

حضرت پھوپھی جان فرماتی ہیں کہ آخری بار (۱۹۰۹ء) میں جب ابا دوبارہ مجھے قادیان لے جانے کے لئے خوست سید گاہ آئے تو شہید مرحومؓ کی قبر دیکھ کر کہنے

لگے کہ قبر پختہ کیوں بنائی ہے اور اس پر جھنڈا کیوں لگایا ہے؟ وہ جانتے تھے کہ اس طرح اس کی خبر افغانستان کے ظالم حکمرانوں کو ہو جائے گی اور قبر کی بے حرمتی ہو گی چنانچہ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔

محمد میرو کی گرفتاری

حضرت محمد مہروز خان عرف میرو کو امیر کابل کے حکم سے گرفتار کر کے کابل لے جایا گیا اور جیل کے اندر آپ کو ایک تختہ کے ساتھ کھڑا کر کے آپ کے کانوں اور ہاتھ کی ہتھیلیوں میں لمبے لمبے کیل ٹھونکے گئے (کانوں میں کیل کے سوراخ خاکسار نے بچشم خود دیکھے ہیں) آپ فرماتے ہیں کہ دیر تک تختہ کے ساتھ کھڑے رہنے سے آپ کو اونگھ آگئی آپ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب شہیدؓ آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں۔ آپ ان سے بغل گیر ہونے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہیں تو ہاتھ کیل سے نکل جاتا ہے اور نظارہ غائب ہو جاتا ہے صبح جیل کے داروغہ کے دریافت کرنے پر کہ ہاتھ تختہ سے کیسے چھڑایا آپ نے رویا (کشف) سنا دیا اس کے بعد آپ پر سختیوں کا نیا دور شروع ہو گیا۔ تھانے کے اندر ایک روز ایک ملزم کو بڑی بے دردی سے پیٹا جا رہا تھا اور وہ تکلیف سے چلا رہا تھا۔ تھانیدار نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اس ملزم سے بھی تمہارا برا حشر ہو گا تمہیں ذبح کیا جائے گا۔ آپ نے جواب دیا پھر کیا ہوا بہت سارے لوگوں نے حق کی خاطر خدا تعالیٰ کی راہ میں جانیں قربان کیں ہیں میں مارا جاؤں گا لیکن حق نہیں چھوڑ سکتا۔ کچھ تکالیف کا ذکر پہلے آ چکا ہے تقریباً ۶ ماہ تک روزانہ گدھے کی پیٹھ پر بٹھا کر گھمانا چوکیدار اور گدھے کا تبدیل ہوتا لیکن آپ کو بول براز کے لئے بھی اترنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت محمد مہروز خانؓ کی اہلیہ محترمہ کا آپ کو قید سے چھڑانا

پھوپھی اماں اپنی چچی کے حوالہ سے بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ان کو کسی نے بتایا کہ ان کے خاوند (محمد مہروز خان) کو بہت سخت مارا گیا ہے اور وہ زخموں سے چور تھانے کے صحن میں پڑے کراہ رہے ہیں آپ بہت بے چین ہو گئیں آپ کی ایک بہن تھی ان کے پاس گئیں کچھ پیسے جمع کئے اور کابل گئیں اور بڑی منت، رشوت اور ضمانت کے بعد تن تنہا زخموں سے چور خاوند کو گھر لے آئیں۔ یہاں کئی روز تک آپ کو کھال کے اندر رکھا گیا اور آہستہ آہستہ دوا اور دعا سے آپ کے زخم ٹھیک ہونے لگے تقریباً ۱ سال کی جدوجہد کے بعد آپ بمشکل چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے خاندان حضرت صاحبزادہ صاحب شہیدؓ کی جلاوطنی کے دوران انہیں خرچ وغیرہ ترکستان پہنچانے کی خدمت پھر سنبھال لی۔ جو غالباً ۱۹۲۰ء میں ان کی جلاوطنی ختم ہونے تک جاری رہی۔ حضرت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے حالات زندگی پر "ایک گمنام فدائے احمدیت" کے عنوان سے جو مضمون لکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آپ پندرہ سال تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے"۔

خاندان حضرت شہید مرحومؓ کی جلاوطنی ختم ہونے کے بعد غالباً ۱۹۲۱ء میں آپ نے فیصلہ کیا کہ اب عمر کا بقیہ حصہ قادیان گزارنا چاہئے کیونکہ جلاوطنی ختم ہونے کے ساتھ آپ کی جائیداد بھی واگذار کر دی گئی تھی اس لئے آپ قادیان تشریف لے آئے۔

قادیان میں آپ ہمارے گھر واقعہ باب الانوار کے شمال مشرقی کمرہ میں رہائش پذیر ہوئے آپ کے کمرہ سے تقریباً سارا دن کبھی بلند آواز میں اور کبھی دھیمی آواز

میں قرآن کریم کی تلاوت کی آواز بڑی خوش الحانی کے ساتھ آتی رہتی- آپ تقریباً سارا دن عبادات اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے کبھی کبھی اپنے بھائی بزرگ صاحب کے پاس چلے جاتے آپ کو دعوت الی اللہ کا ایک جنون تھا- ایک روز آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا ایک پرانا دوست جو احمدی تھا غیر مبائعین میں شامل ہوگیا ہے- اور وہ پشاور میں رہتا ہے آپ کو اس بات کا اس قدر دکھ ہوا کہ آپ اسے سمجھانے کی غرض سے پشاور روانہ ہوگئے- پشاور میں آپ اپنے دوست سے ملنے کے بعد واپس قادیان روانہ ہوئے تو واپسی پر راستہ میں آپ کو بخار اور نمونیہ ہوگیا- جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور مورخہ ۳۱-۱۲-۷ کو اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے- آپ بہت دلیر اور مضبوط ارادہ کے مالک تھے آپ کا قد لمبا تھا لمبے لمبے بازو اور چوڑا سینہ تھا ایسا لگتا تھا کہ پچھلی عمر میں جیل کی سختیوں نے آپ کی صحت کو بری طرح سے متاثر کیا ہے جس کے باعث کمر میں خم آگیا تھا بہت عبادت گذار اور دعاگو انسان تھے قرآن کریم سے آپ کو ایک عشق تھا آپ نے خاندان حضرت شہید مرحومؓ کی بڑے خلوص اور تسلسل سے خدمت کی- ہماری پھوپھی جان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ خوست سے ترکستان آنے جانے میں تقریباً اڑھائی سے تین ماہ تک عرصہ لگ جاتا تھا گویا آپ دس پندرہ برس مسلسل سفر میں رہے اور سفر بھی پیدل اور پہاڑی نشیب و فراز سے پر انتہائی دشوار گذار سفر- اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ارادہ کے کس قدر مضبوط اور نڈر انسان تھے حضرت شہید مرحوم کی نعش مبارک کو کابل سے سید گاہ منتقل کرنے سے بھی آپ کے عزم اور جرات کا اظہار ہوتا ہے-

بغیر وصیت بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین

آپ کی وفات پر آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

کے حکم سے بغیر وصیت مقبرہ بہشتی قادیان میں دفن کیا گیا آپ کا مزار حضرت مسیح موعودؑ کی چار دیواری سے ملحقہ جانب شمالی قطعہ کے جنوبی کونہ میں ہے- خاکسار نے اس سلسلہ میں جب مولانا دوست محمد صاحب مورخ احمدیت کو توجہ دلائی تو آپ نے شکریہ کے ساتھ آپ کی بغیر وصیت بہشتی مقبرہ میں تدفین کی تصدیق فرمائی-

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ

تاریخ احمدیت میں حضرت عبدالستار خانؓ المعروف بزرگ صاحب کے ساتھ جن دو بزرگوں کا ذکر ہے- یعنی عبدالغفار خان اور میرو (پورا نام محمد مہروز خان ہے) دونوں حضرت بزرگ صاحبؓ کے سگے بھائی ہیں- اور ہر سہ ۳ برادران حضرت شہید مرحومؓ کے نہایت وفادار، مخلص اور بااعتماد فدائین میں سے تھے- جیسا کہ درج ذیل اقتباسات سے واضح ہے-

الف-جب شہید مرحومؓ نے پہلی بار کتاب آئینہ کمالات اسلام پڑھی تو مولوی عبدالستار کو اپنا ہمراز بنا کر خوست سے قادیان بھیجا--- آگے لکھا ہے بار بار بھیجا" آپ حضرت مسیح موعودؑ کی مزید کتب ہمراہ لے کر واپس خوست گئے اور تمام حالات قادیان سے حضرت صاحبزادہ صاحب کو آگاہ کر کے قادیان آنے کا مشتاق بنایا"- (از مضمون حضرت مفتی محمد صادق مطبوعہ الفضل مورخہ ۳۲-۱۰-۳۰)

ب- "جب یہ خطوط لکھے گئے تو--- ان میں سے ایک آدمی عبدالغفار صاحب برادر مولوی عبدالستار مہاجر قادیان جو بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں- اس مجلس سے اٹھ کر عرض کیا کہ جناب میں حاضر ہوں آپ خوش ہوگئے- اور اسے تمام خطوط دیدیئے" (یہ پانچ عدد خطوط آپنے فرداً فرداً پانچ اعلیٰ حکام کابل کو پہنچائے اور واپس آکر حضرت شہید مرحومؓ کے پاس رپورٹ کی کہ جناب میں

خطوط تو پہنچا آیا ہوں) مگر مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ (شہزادہ سید عبداللطیفؓ ص ۶۵)

ج۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ جب شہید مرحومؓ کو اپنے مقبرہ میں بعد سنگساری ایک سال کا عرصہ گذر گیا تو میرو نام ایک شاگرد نے ارادہ کیا کہ انکو اپنے گاؤں سید گاہ لے جاکر دفن کیا جائے چنانچہ اس نے پوشیدہ طور پر ان کی لاش کو (کابل سے) ان کے گاؤں (سید گاہ) لے جاکر دفن کر دیا۔ (ص ۷۹-۷۸)

جناب محمد مہروز خان کے بارہ میں

جناب سید ابوالحسن قدسی صاحب کا مضمون

ایک گمنام فدائے احمدیت کی وفات محمد میرو صاحب افغان کی زندگی کا ایک عظیم الشان واقعہ

ان فدایان ملت میں سے جن کی سرگزشت قوم کے نوجوانوں کے لئے سبق آموز ہوتی ہے۔ ایک یہ شخص بھی ہے جس کے حالات صدق وصفا، شجاعت و ایثار کا اس وقت میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اور جس کا نام نامی محمد میرو صاحب تھا۔ جناب حضرت مولوی عبدالستار صاحب افغان (عرف بزرگ صاحب) کے برادر خورد تھے۔ آپ والد بزرگوارم (حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید) کے مخلص دوستوں میں سے تھے اور آپ ہی کے ذریعہ انہوں نے دعویٰ سنتے ہی احمدی ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت مبارک میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔

قدوقامت

آپ کا قد لمبا، پتلا، خوش نما چہرہ، داڑھی چھوٹی اور باریک تھی۔ بدن کے اعضاء مضبوط تھے لیکن کثرت زدوکوب اور قیدوں کی وجہ سے جو آپ احمدیت کی وجہ سے حکام افغانستان کے ہاتھوں کئی سال تک بھگتتے رہے۔ آپ کے قویٰ میں ضعف اور اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ نیز پیٹھ کبڑی ہو گئی تھی۔ آپ کی طبیعت میں جوانمردی سنجیدگی اور بشاشت ودیعت کی گئی تھی میں نے انکو ملتے وقت ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھا۔ آپ آخری عمر میں ہجرت کر کے قادیان دارالامان تشریف لے آئے تھے۔ اور نہایت گم نامی اور فقر کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر ساتھ ہی ہمیشہ خوش و خرم نظر آتے۔

استغناء

باوجود اس کے کہ انہیں ضروریات بھی پیش آتیں۔ لیکن انہوں نے استغناء قلبی کے سبب کبھی کسی پر اپنی احتیاج کو ظاہر نہ ہونے دیا۔

قرآن سے محبت

قرآن کریم سے ان کو بے حد محبت تھی۔ دن رات نہایت شیریں لہجہ میں تلاوت کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض فارسی نظمیں ان کو یاد تھیں۔ جنہیں اکثر پڑھا کرتے۔

مرض الموت

تبلیغ احمدیت کا اتنا جوش تھا۔ کہ اپنی وفات سے پیشتر کسی شخص کو بسبب قدیم دوست ہونے کے تبلیغ کرنے کے لئے پشاور گئے۔ وہیں نمونیا ہوگیا۔ اور پھر اسی بیماری میں وہاں سے واپس قادیان روانہ ہوگئے۔ جب قادیان تشریف لائے۔ تو پہلے مرض کی کچھ تخفیف ہوگئی تھی۔ پھر بیماری نے عود کیا۔ حتی کہ ایک ہفتہ کے بعد مورخہ ۷۔ دسمبر کو فوت ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۸ دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جنازہ پڑھایا اور آپ مقبرہ بہشتی میں اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار مبارک کی شرقی جانب دفن ہوئے۔ مرحوم کی کوئی اولاد نہیں۔ صرف بیوی زندہ ہے۔ آپ قیام پاکستان کے بعد خاکسار کے پاس لاہور تشریف لے آئیں اور ۱۹۴۸ء میں فوت ہوئیں۔

آپ کی وفات کے بعد وفور محبت اور بعض دوستوں کی خواہش سے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ احمدی دوستوں کی آگاہی کے لئے آپ کے کچھ حالات بیان کروں۔ یوں تو آپ کی زندگی کا ہر ایک شعبہ اس قابل ہے۔ کہ تاریخ احمدیت کے صفحہ پر سنہری حروف میں ثبت رہے۔ لیکن اس وقت مختصراً ان میں سے **ایک اہم** واقعہ سپرد قلم کرکے پیش کردیتا ہوں۔

ایک اہم واقعہ

اس بات سے تو غالباً اکثر احمدی بھائی واقف ہوں گے کہ جس وقت والد بزرگوارم (سید عبداللطیف صاحب) کابل میں شہید کئے گئے۔ تو کچھ مدت کے بعد آپ کی نعش پتھروں سے نکال کر کابل کے کسی قبرستان میں دفن کردی گئی تھی۔ ہم (یعنے والد صاحب کا خاندان) کو اس وقت ترکستان جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ اور ہم میں سے کسی کو سوائے آپ کی شہادت کے اور کسی بات کا علم نہ تھا۔ اس وقت جناب محمد میرو صاحب سید گاہ (جو ہماری اصلی جائے پیدائش کا نام ہے) خوست میں رہا کرتے تھے۔ چونکہ وہ فطرتاً شجاع اور بہادر تھے اور احمدیت کے رنگ نے تو اور بھی ان کو دلیر بنا دیا تھا۔ پھر جذبہ، محبت تھا جو آپ کے دل میں آپ نے پیارے دوست کے متعلق تھا۔ ان حالات میں آپ نے وفاداری کا ایسا نمونہ پیش کیا۔ جو نہایت ہی قابل تعریف تھا۔ محمد میرو صاحب نے فیصلہ کیا۔ کہ نعش کو سرزمین کابل سے لاکر سید گاہ میں دفنکرنا چاہیئے۔ آپ کے اس ارادہ کا اور کسی کو علم نہ تھا آپ سفر کی ضروریات مہیا کرکے کابل روانہ ہوگئے۔ اور وہاں پہنچ کر کسی واقف دوست سے مزار کا پتہ لگایا۔ اور ایک دوسرے سپاہی کی مدد سے تابوت کو نکال لیا۔ پھر اپنی پشت پر اٹھا کر کہیں دور کسی تنہائی کی جگہ میں رکھ آئے۔ چونکہ اس سے تھوڑی مدت ہی پیشتر کابل میں سخت ہیضہ پڑ چکا تھا۔ اس لئے کوئی کرایہ دار کسی نعش کو اس وقت تک لے جانے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جاتا۔ کہ متوفی مرض ہیضہ سے فوت نہیں ہوا۔ اور محمد میرو صاحب کے لئے یہ ثبوت بہم پہنچانا ایک امر ناممکن تھا۔ آپ فرمایا کرتے جب میں سواری ملنے سے مایوس ہوگیا۔ تو ایک دفعہ یہ ارادہ کیا کہ تابوت کو میں خود اپنی پشت پر سید گاہ پہنچا دوں (کابل سے سید گاہ تک ایک مضبوط آدمی کے لئے چار روز کا راستہ ہے) اور یہ

کام میرے لئے کوئی مشکل نہیں تھا، لیکن بعد میں خیال آیا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو راز افشا ہو جائے گا اور میرے راستہ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ جب مجھے ہر طرف سے ناکامی نظر آئی، اور میں کثرت غم والم سے بیتاب ہو رہا تھا۔ تو رات کو خواب میں مجھے حضرت شہید صاحب شان و شوکت کے ساتھ نہایت عمدہ کپڑے پہنے نظر آئے۔ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور آنکھ سے ایک ایسا اشارہ کیا۔ جس سے مجھے اطمینان حاصل ہو گیا صبح کو اٹھا۔ تو دل بالکل مطمئن ہو چکا تھا۔ فوراً شہر کو چلا۔ شہر پہنچتے ہی ایک خچر والا ملا۔ اور وہ فوراً تابوت لے جانے پر تیار ہو گیا۔ دوسرے دن تابوت لے کر ہم چل پڑے۔ آخر تابوت کو خوست پہنچا کر سید گاہ میں دفن کر دیا گیا۔ اور قبر کو زمین کے ساتھ ہموار رہنے دیا۔ تاکہ مخالفوں کو پتہ نہ چلے۔ نعش کو سید گاہ میں دفن ہوئے جب کافی عرصہ ہو گیا تو والد صاحب کے بعض دوستوں نے یہ مشورہ دیا کہ اب قبر کو چھپائے رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو نمایاں کر دیا جائے محمد میرو صاحب نے ایسا ہی کیا۔ (سید احمد نور صاحب اپنی کتاب شہید مرحوم کے چشم دید واقعات کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ عجب خان تحصیلدار نے قبر کو پختہ بنایا قبر ظاہر ہوتے ہی جب لوگ کثرت سے فاتحہ خوانی کے لئے آنے لگے تو بعض اشرار نے اس واقعہ کی رپورٹ کابل میں کر دی۔ اور وہاں سے نعش کو نکالنے اور نعش لانے والے کو سخت سزا دینے کا حکم ہوا۔

محمد میرو صاحب پر مظالم

اس پر حاکم نے نعش مبارک کو نکلوایا۔ اور اس کو لانے والے یعنی محمد میرو صاحب کو بلا کر طرح طرح کے عذاب دیئے۔ آپ کو اس قدر مارا پیٹا گیا۔ کہ آپ کا تمام بدن زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کو گدھے پر باندھ کر بیس بائیس دن تک تمام علاقہ میں

پھرایا جاتا رہا۔ اسی اثناء میں ملا اور محتسب لوگ آپ پر ایسے ظلم کرتے رہے جن کے ذکر کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی آپ کے منہ پر تھوکتا، کوئی پتھر مارتا، کوئی گالی دیتا۔ آخر کانوں میں کیلیں گاڑ کر آپ کو خوست کے ایک بازار کے دروازہ پر ایک تختہ کے ساتھ دھوپ میں لٹکا دیا گیا چند دن تک یہی سلوک کیا گیا۔ پھر قید خانہ میں گھسیٹ کر لے جایا گیا۔ اور قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ ایک لمبے عرصہ تک جیل میں رکھا گیا۔

محمد میرو صاحب کی ہمدردی

اس وقت جبکہ سوائے رؤف رحیم خدا کے اور کوئی غمگسار اور ہمدرد نہیں تھا۔ جب جناب محمد میرو صاحب قید سے رہا ہو گئے۔ تو اس وقت ہم (یعنی حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کا خاندان) ترکستان میں جلاوطنی کی حالت میں تھے۔ افغانستان کی حکومت میں جو جائیدادیں تھیں۔ وہ حکومت نے ضبط کر لی تھیں۔ اور سوائے اس کے کہ بنوں علاقہ انگریزی میں جہاں ہماری کچھ جائیداد ہے وہاں سے کسی قدر آمدنی آتی اس سے ہمارا گزارہ ہوتا۔ اور کوئی گزارہ کی صورت نہ تھی۔ اس وقت ہماری یہ حالت تھی کہ لوگ حکومت کے خوف کی وجہ سے ہمارا نام تک لینا اپنے لئے مضر سمجھتے اور جو دوست تھے۔ ان میں سے بھی اکثر کئی سرگردانیوں میں گرفتار ہو چکے تھے اس وقت محمد میرو صاحب ہی کا وجود تھا جس کو ہماری ہمدردی اور خدمت کا احساس تھا قریباً پندرہ سال تک وہ ہمارے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتے رہے۔ بنوں جاکر ہماری زمین کی آمدنی لے کر ترکستان پہنچا دیتے۔ راستہ کی دوری برفوں اور پہاڑوں کی مشکلات آپ کے راستہ میں حائل نہ ہو سکتی تھیں اور ایک مدت دراز تک وہ ان دور دراز سفروں کو پیدل طے کرتے رہے پھر جب ہم کابل کے جیل خانوں میں تھے۔ وہاں بھی آپ کا ہی وجود

ہمارے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ اور ہم خدا کے فضل سے آپ کی کوشش سے نہایت با آبرو۔ اور عزت کے ساتھ رہتے خلاصہ یہ کہ جب تک ہمیں ضرورت تھی اس وقت تک انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا۔ اور جس وقت ہم کو شاہ امان اللہ خاں نے اپنے ملک میں آنے کی اجازت دی اور ہم سید گاہ میں آگئے۔ اس وقت انہوں نے کہا اب عمر کے آخری حصہ کو قادیان میں ہی ختم کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ قادیان آگئے۔ اور پھر آخری دم تک قادیان میں ہی رہے۔

جاں نثاری کی مثال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت میں ایسی جاں نثاری کی مثالوں کے ہوتے ہوئے کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے؟ کہ آپ کی جماعت میں بھی ایسے وجود ہیں جو کہ صحابہ کی طرح خدا کی راہ میں جاں نثاری کرنے والے ہیں۔ اور آپ کی جماعت کی قوت ایمانی اور قربانی کا نمونہ صحابہ کی قربانیوں کا نمونہ ہے۔ مبارک ہے وہ جماعت جس میں ایسے مخلص اور جاں نثار اصحاب ہوں۔ جو خدا کی راہ میں بڑی سے بڑی مصیبتوں کی کوئی پرواہ نہ کریں اور جنہیں جادہ صدق سے کوئی چیز ہٹا نہ سکے۔ احباب خاص طور پر محمد میرو صاحب کے لئے دعا مغفرت کریں۔ اور ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ (خاکسار۔ سید ابوالحسن۔ قدسی۔ از الفضل مورخہ ۱۹۳۲-۱-۱۷)



خاکسار عبدالرحیم خاں عادل دسمبر ۱۹۵۰ء میں اپنے
والد محترم عبداللہ خان افغان ؓ کے ہمراہ

حضرت بزرگ صاحبؒ کے بھتیجے عبداللہ خان افغانؒ

جیسا کہ ابتداء میں خاکسار عرض کر چکا ہے کہ حضرت بزرگ صاحب کے بڑے بھائی عبدالغفار خان کا ایک بیٹا عبداللہ خان اور ایک بیٹی عائشہ بیگم تھی۔ خاکسار کے دادا جان اپنے بیٹے عبداللہ خان کو ۱۹۰۵ء میں افغانستان سے قادیان لے آئے تھے۔ جبکہ بیٹی عائشہ بوجہ کم سنی اپنے چچا اور چچی کے پاس قریہ صاحبزادہ گان سید گاہ میں رہ گئی تھی۔ قادیان میں والد صاحب عبداللہ خان حضرت نواب محمد علی خانؓ کے ہاں ملازم ہو گئے ابھی زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ ایک روز عجیب واقعہ پیش آیا۔ کوئی سپاہی مالیر کوٹلہ سے حضرت نواب صاحبؓ سے کسی کاغذات کی تعمیل کے سلسلہ میں آپ کی کوٹھی دارالسلام قادیان آیا۔ اس وقت ڈیوڑھی پر عبداللہ خان موجود تھے سپاہی نے آپ سے حضرت نواب صاحب کے بارہ میں غالباً آپ کا نام لیکر پوچھا۔ آپ ابھی چونکہ اردو یا پنجابی زبان نہ سمجھتے تھے آپ نے سمجھا کہ سپاہی حضرت نواب صاحب کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ آپ نے سپاہی کو پکڑا اور ڈیوڑھی سے باہر سفیدے کے درخت سے باندھ دیا نواب صاحب جب اندر سے تشریف لائے تو آپ نے سپاہی کو کھلوایا بہرحال یہ بات لطیفتاً درمیان میں آگئی۔۔۔

مورخہ ۱۴-۳-۱۹۰۹ کو حضرت نواب صاحبؓ کی شادی کی تقریب رخصتی تھی آپ کا نکاح حضرت مبارکہ بیگم سے ۴-۳-۱۹۰۸ کو عمل میں آچکا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی علالت اور وفات کے باعث تقریباً ایک سال بعد آپ کی رخصتی عمل میں آئی۔

عبداللہ خان کو آپ کے پاس رہتے ہوئے اب کافی عرصہ ہو گیا تھا اور آپ ان کے حالات سے بخوبی واقف ہو چکے تھے حضرت بزرگ صاحب کی وجہ سے آپ حضرت نواب صاحب کا بہت قرب حاصل کر چکے تھے لہٰذا حضرت نواب صاحب

نے اپنی بیگم صاحبہ سے مشورہ کے بعد آپ کی شادی حلیمہ بیگم سے کرنے کا فیصلہ کیا حلیمہ بیگم اور آپ کے والد اور خاندان کو آپ عرصہ سے جانتے تھے۔ اس لئے کہ حلیمہ بیگم کی پرورش ہی آپ کے ہاں ہوئی تھی۔ طرفین کو جاننے کے باوجود حضرت نواب صاحب چونکہ انتہائی شرعی اور شریعت کے سخت پابند انسان تھے آپ نے محض والد صاحب عبداللہ خان کی تسلی کی خاطر حلیمہ کے والد صدرالدین صاحب کو حصار سے بلوایا۔ اور ان کی موجودگی میں صدرالدین صاحب نے ان کی بیٹی حلیمہ کی شادی کے بارہ میں اور آپ کی ذات کے بارہ میں دریافت فرمایا جس پر صدرالدین صاحب نے اپنی ذات راجپوت بتائی اور بیٹی کی شادی پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء کے (غالباً دوسرے نصف میں) عبداللہ خاں کی شادی مسماۃ حلیمہ بیگم دختر صدرالدین صاحب سے انجام پائی۔

اپنے بیٹے عبداللہ خاں کی شادی سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے والد عبدالغفار خان نے اپنی بیٹی عائشہ کو افغانستان سے قادیان لانے کا ارادہ کیا کیونکہ آپ اس بارہ میں بہت زیادہ فکرمند رہتے تھے کہ ان کی بیٹی افغانستان کے پرجہالت ظلمت کدہ میں رہ رہی ہے وہ چاہتے تھے کہ جس قدر جلد ہو سکے اپنی بیٹی عائشہ کو قادیان کے پرامن دینی اور روحانی ماحول میں لے آئیں چنانچہ آپ اغلباً آخر اکتوبر ۱۹۰۹ء میں بیٹی عائشہ کو افغانستان سے قادیان لے آئے۔ قادیان میں آپ اپنے بھائی عبداللہ خاں کے پاس کوٹھی دارالسلام کے جانب جنوب کمرے میں قیام پذیر ہوئیں یہاں ہی آپ کی آمد کی خبر پاکر آپ کے چچا حضرت عبدالستار خان آپ سے ملنے آئے اور فرمایا کہ "شکر کرو کہ امن کی جگہ آگئی ہو" خاکسار کی والدہ حلیمہ بیگم کی وفات کے بعد خاکسار کی نانی اماں مسماۃ نیاز بی بی عرف ناجو کافی عرصہ یہاں مقیم رہیں ان کی وجہ سے خاکسار بچپن میں اکثر ان کے ہمراہ یہاں کوٹھی (دارالسلام) میں

آتا جاتا تھا۔ اور کئی مرتبہ نانی اماں کے ساتھ یہاں رہا۔ اس کوٹھی کے اندر شمالاً جنوباً مستطیل شکل میں باغیچہ بنا ہوا تھا جو رنگ برنگ پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے درمیان اور اطراف میں روئیں یا پٹڑی بنی ہوئی تھی جس پر شام کے وقت حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ اور حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگمؓ دونوں بہنیں چہل قدمی کیا کرتی تھیں۔

حضرت بزرگ صاحبؓ کے خاندان کا
خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے رضاعی تعلق

اب اسے اتفاق سمجھیں یا قانون قدرت کہ حضرت نواب صاحب ممدوح کے ہاں پہلا بیٹا محمد احمد خان ۱۹۱۰-۷-۱۱ کو پیدا ہوا تو عبداللہ خان کے ہاں پہلا بیٹا عبدالرب خان بھی اسی ماہ ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوا اسی طرح حضرت نواب صاحب ممدوح کے ہاں منصورہ بیگم کے بعد مسعود احمد خان ۱۹۱۳ء-۴-۱۷ کو پیدا ہوئے تو عبداللہ خان کے ہاں عبدالرحمٰن خان متوفی کے بعد خاکسار عبدالرحیم خان ۱۹۱۳ء-۳-۴ کو پیدا ہوا۔ چنانچہ ہماری والدہ حلیمہ بیگم نے پہلے نواب صاحب کے بیٹے محمد احمد خان کو اپنا دودھ پلایا بعد میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے حلیمہ کے بیٹے عبدالرب خان کو اپنا دودھ پلایا۔ اور مسعود احمد خان نے خاکسار کے ساتھ خاکسار کی والدہ حلیمہ کا دودھ پیا اس کی قدرے تفصیل حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے خط میں موجود ہے۔

قارئین محترم! آپ جانتے ہیں کہ رضاعی رشتہ کوئی معمولی رشتہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ حقیقی بہن بھائیوں کے مترادف ہوتا ہے اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت سعدیہ حلیمہ جب حضورؐ سے ملنے کے لئے تشریف لاتیں تو اگر حضورؐ تشریف فرما ہوتے تو احتراماً اٹھ کھڑے ہوتے اور اپنی ردا مبارک آپ کے بیٹھنے کے واسطے بچھا دیتے--- جیسا کہ خاکسار عرض کر چکا ہے کہ حضرت حجتہ اللہ نواب محمد علیخان انتہائی شرعی اور شریعت کے پابند انسان تھے اور کوئی بات بھی خلاف شریعت نہیں کرتے تھے۔ آپ حلیمہ بیگم اور اس کے والد صدر الدین آف حصار کو جانتے تھے اور بمطابق ارشاد حضرت بیگم صاحبہ "حلیمہ بیگم کی پرورش ہی

آپ کے ہاں ہوئی تھی" اس وجہ سے حضرت نواب صاحب ممدوح نے اپنے جگر گوشوں کو حلیمہ بیگم کا دودھ پینے کی اجازت دی اور دوسری طرف حلیمہ کے بیٹے عبدالرب خان کو اپنی بیگم کا دودھ پلانے سے منع نہیں فرمایا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا کرم عظیم ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے فالحمدللہ علی ذالک الفضل حمدا کثیرا کثیرا۔ (معذرت کے ساتھ) ان سطور کے اندراج کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت والد صاحب کو یکے بعد دیگر تین شادیاں کرنی پڑیں ظاہر ہے علیحدہ ماؤں کے باعث اولاد میں کسی قدر حسد و رشک کا پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔

نقل خط حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جو آپ نے خاکسار کے بہنوئی ملک محمد اسماعیل ذبیح مولوی فاضل مرحوم کی سفارش کے سلسلہ میں جناب ظہیر صاحب کے نام جب آپ بنوں وولن ملز کے مینجر تھے لکھا تھا اس میں حضرت بیگم صاحبہ ممدوحہؓ نے کمال شفقت سے حلیمہ بیگم جو حضرت بزرگ صاحبؓ کے بڑے بھائی عبدالغفار خانؓ کی بہو اور آپ کے بھتیجے عبداللہ خانؓ کی زوجہ اور (خاکسار کی والدہ ہیں) کے رضاعی رشتہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسوں، نواسیوں اور پڑنواسیوں کے ساتھ جوڑا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ○ـ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پشاور
۱۹۷۰ء-۱۰-۱۵

برادرم مکرم ظہیر صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

میری طبیعت دن بدن سردرد کے دوروں اور ضعف سے زیادہ خراب رہتی ہے۔ لکھنا مشکل ہے مگر اس وقت سخت مجبوری کی حالت میں لکھ رہی ہوں۔

میں مولوی محمد اسماعیل ذبیح کی سفارش خاص کرتی ہوں کہ ان کا خیال رکھیں۔ بدمزاجی یا کسی وقت کی تیزی کا خیال نہ کریں۔ آپ کو اجر عظیم ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ ۴ سال کی تنگی ہے پھر انشاء اللہ ان کے لڑکے کام پر لگ جائیں گے۔ ان سے خاص تعلق حبیبہ خانم کی وجہ سے ہے۔ حبیبہ کی والدہ مرحومہ حلیمہ جو ایک نیک خاتون تھیں۔ ہمارے گھر میں پرورش پائی۔ حبیبہ خانم ہمارے گھر پیدا ہوئیں اور وہیں پلی بڑھی۔ اس کی والدہ مرحومہ نے میرے لڑکے محمد احمد خاں کو دودھ پلایا اور مسعود احمد خان کو بھی۔ دودھ کا یہ رشتہ بعض بچوں کو حبیبہ خانم کے دودھ پلانے سے اور مضبوط ہوا اس نے میری نواسی امتہ الشکور بیگم جو منصورہ بیگم سلم اللہ تعالیٰ اور سیدی عزیزی ناصر احمد خلیفتہ المسیح الثالث کی لڑکی ہیں کو دودھ پلایا ہے۔

حلیمہ مرحومہ کی شادی بہت مخلص، پرانے احمدی، احمدی مہاجر از کابل خاندان عبداللہ خان مرحوم جو بہشتی مقبرہ (قادیان) میں دفن ہیں ان سے کی گئی تھی حبیبہ ان کی اولاد اور مشہور بہ "بزرگ صاحب" دعاگو کابلی بزرگ تھے۔ ان کے سگے بھائی (عبدالغفار خان) کی پوتی ہے۔

غرض حبیبہ کی خاطر میں نے تکلیف دی ہے اس کی تنگی پریشانی خاوند کی طرف سے گھبراہٹ دیکھ کر میرا بھی دل دکھتا ہے۔ ضرور خواہ جبر بھی کرنا پڑے جب بھی نرم سلوک کریں۔ آپ جائیں تو ان کو بھی اکاڑہ ترقی پر لے جائیں۔

خدا تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

دستخط (مبارکہ)

ناچیز کے خیال میں اس سلسلہ میں مزید کچھ کہنا بیکار ہے البتہ حضرت بیگم صاحبہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ "دودھ کا یہ رشتہ حبیبہ خانم کے بعض بچوں کو دودھ پلانے سے اور مضبوط ہوا" کی تھوڑی سی وضاحت ملاحظہ فرمائیں حضرت خلیفتہ المسیح الثالثؒ کی صاحبزادی امتہ الشکور نے حبیبہ خانم کا دودھ پیا۔ دوسری طرف حبیبہ خانم کی بیٹی رضیہ خانم نے حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ کا دودھ پیا پھر صاحبزادی راشدہ بیگم جو حضرت نواب محمد احمد خان کی صاحبزادی ہیں اور حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب ایم اے کی نواسی ہیں نے بھی حبیبہ خانم کا دودھ پیا۔ اس کے علاوہ صاحبزادی امتہ الرشید بنت حضرت مصلح الموعودؓ نے خاکسار کی پھوپھی عائشہ بیگم صاحبہ کا دوھ پیا جو خاکسار کی رضاعی والدہ ہیں اور یوں صاحبزادی صاحبہ موصوفہ خاکسار کی رضاعی ہمشیرہ ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ نے صاحبزادہ ظفر احمد ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو بھی اپنا دودھ پلایا۔

جیسا کہ خاکسار عرض کر چکا ہے کہ یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا کرم اس کا فضل اور احسان ہے جس نے حضرت عبدالستار خان المعروف بزرگ صاحب کے خاندان کا۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے روحانی تعلق کے بعد رضاعی تعلق پیدا کیا اور یہ انعام عظیم حضرت بزرگ صاحب کے روحانی کمال اور آپ کے تعلق باللہ اور فنافی اللہ ہونے کا ایک ثبوت ہے جو آپ کو حضرت امام الزمان مہدی الموعودؑ کی شناخت اور آپؑ کی صداقت پر ایمان لانے کے باعث حاصل ہوا۔ ثم الحمد للہ

حلیمہ بیگم کے نام مکان

اس رضاعی تعلق کے احترام میں حضرت نواب صاحب ممدوحؓ نے اپنی نگرانی میں ہماری والدہ

حلیمہ بیگم کے نام مکان بنوا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح اعلیٰ علیین میں اپنے مقربوں اور محبوبوں کے جلو میں رکھے اور ان کی نسل کو اپنے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بنائے آمین اللھم آمین

یہ مکان محلہ باب الانوار زنانہ جلسہ گاہ کے بالمقابل بابو فیروز الدین صاحب کے مکان کے ساتھ دوسرا مکان ہے اس کے شرقی جانب حکیم عبدالرحمٰن صاحب کاغانی مرحوم کا مکان ہے بابو فیروز الدین صاحب کے مکان کے نیچے آٹا پیسنے کی چکی لگی ہوئی تھی بعد میں یہ مکان ۱۹۲۹ء میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے خرید لیا تھا۔ یہ مکان اور اس سے ملحقہ تمام مکان اس وقت انجمن احمدیہ قادیان کی تحویل میں ہیں۔

۱۹۳۶ء میں خاکسار کے بڑے بھائی عبدالرب خان نے اپنے لئے اس مکان سے والد صاحب سے حصہ طلب کر لیا اور جب معاملہ نے طول پکڑا تو والد صاحب نے اس معاملہ کو برائے تصفیہ حضرت نواب صاحب ممدوح کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ خط وکتابت بھی خاکسار کے پاس موجود ہے۔

حضرت نواب صاحب ممدوح کی ملازمت کے بعد والد صاحب نے مسجد مبارک کے نیچے اپنے بہنوئی حضرت مولانا غلام رسول صاحب افغان کی دکان سے ملحق خشک میوہ کی دکان شروع کی بعد ازاں آپ دفتر محاسب میں بطور چوکیدار ملازم ہوئے اور اس کے ساتھ اپنے چچا حضرت بزرگ صاحبؓ کی خدمت اور آپ کی بیرونی ضروریات کی فراہمی اور نگرانی کے فرائض ادا کرتے رہے۔ آپ بڑی باقاعدگی کے ساتھ روزانہ حضرت بزرگ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے اور آپ کے احکامات کی تعمیل بجالاتے آپ بھی افغانستان سے آنے والے احمدیوں کی مدد اور راہ نمائی کرتے اور غیر از جماعت احباب کو دعوت الی اللہ کرتے۔ آپ بہت

زیادہ مہمان نواز تھے تنگدستی کے باوجود کسی نہ کسی افغان کو کبھی چاۓ پر کبھی کھانے پر گھر لے آتے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کو گہرا عشق اور لگاؤ تھا۔ آپ کہا کرتے کہ دین و دنیا کی کامیابی اور حقیقی اسلام کی خدمت خلافت سے وابستگی میں ہے باجماعت عبادات کے سختی سے پابند تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت آپ کے روزمرہ کا معمول تھا تہجد گزار اور بہت دعاگو انسان تھے فہرست صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے رجسٹر نمبر ۴ صفحہ ۱۵ پر آپ کا نام درج ہے تقسیم ہند کے بعد آپ نے قیام قادیان کو بطور درویش ترجیح دی۔ اور اپنی اہلیہ ثالث محترمہ صاحبہ بی بی کو مع تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کو پاکستان بھجوا دیا حالانکہ اس وقت ایک بچی محض ایک سال کے قریب تھی۔ سال ۱۹۵۱ء کے نصف آخری حصہ میں آپ بیمار ہوئے شروع میں معلوم ہوا کہ پیٹ میں کوئی خرابی ہے جو ۱۹۵۲ء کے شروع میں کینسر تشخیص ہوئی آپ کو بغرض علاج دھاریوال اور پھر وکٹوریہ ہسپتال امرتسر لے جایا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا ۵۲-۴-۱۶ کو آپ کو قادیان لایا گیا اور ۵۲-۴-۱۷ کی صبح انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کے جسد خاکی کو اپنے محبوب مہدی موعودؑ کی بستی بہشتی مقبرہ قادیان اپنے بزرگوں کے قرب میں سپرد خاک کیا گیا۔

دوران علالت خاکسار کا حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم اے انچارج دفتر درویشان کی وساطت سے اور براہ راست حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر قادیان سے رابطہ رہا۔

اس زمانہ میں صرف براستہ دہلی قادیان جانے کا طریق تھا پہلے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی اور دہلی سے پھر ویزا لیکر بذریعہ گاڑی براستہ امرتسر قادیان جاتے تھے۔ جو کافی مشکل اور لمبا طریق تھا ۵۲-۴-۱۵ کو خاکسار کی وکٹوریہ ہسپتال امرتسر میں ٹیلیفون پر اباجی سے بات ہوئی خاکسار کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں ٹھیک ہوں

اور مجھے قادیان آنے سے منع فرمادیا" اور دوسرے روز آپ کو قادیان منتقل کیا گیا۔ جو زندگی کا آخری روز تھا اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد ۔

اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام
دنیائے دوں نہ ماند و نماند بکس دوام

کے مصداق ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اپنے قرب و سایہ رحمت سے نوازے آمین۔

آپ کی بیویوں کی جلد جلد وفات کے باعث آپ کو تین شادیاں کرنی پڑیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

زوجہ اول۔ حلیمہ بیگم سے عبدالرب خاں، عبدالرحیم خاں اور حبیبہ خانم پیدا ہوئے ان میں عبدالرب خان دسمبر ۱۹۸۹ء میں فوت ہوئے۔ باقی دو بفضلہ تعالیٰ بقید حیات اور صاحب اولاد ہیں۔

زوجہ ثانی صالحہ بی بی سے سلیمہ خانم۔ صادقہ خانم۔ سمیع اللہ خان اور نعیمہ خانم پیدا ہوئیں۔ ان میں سلیمہ خانم اہلیہ محمد لطیف صاحب مرحوم بھٹی آف کوئٹہ ۷-۸-۹۱ میں فوت ہوئیں۔ صادقہ خانم اہلیہ ملک محمد رفیق صدر حلقہ دارالصدر غربی ربوہ۔ سمیع اللہ خان ریٹائر صوبیدار ملتان میں اور نعیمہ خانم اہلیہ محمد نور صاحب نورنگ میں بفضلہ بقید حیات اور صاحب اولاد ہیں۔

زوجہ ثالث۔ صاحبہ بی بی سے بشریٰ خانم۔ عبدالرشید خان۔ سعیدہ خانم اور لئیقہ خانم پیدا ہوئیں ماشاء اللہ سب کے سب زندہ اور صاحب اولاد ہیں۔

حضرت بزرگ صاحب کی بھتیجی حضرت عائشہ بیگم

حضرت بزرگ صاحب کی بھتیجی

حضرت عائشہ بیگم خاکسار کی پھوپھی اور رضاعی والدہ ہیں ۱۹۰۹ء میں جب آپ قادیان آئیں تو آپ کو بھی شروع میں زبان کی وجہ سے مشکلات اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کی عمر اس وقت ساڑھے گیارہ برس کے قریب تھی آپ بتاتی ہیں اس وجہ سے اکثر ہمجولیاں آپ کو تنگ کرتیں پھر بھی بھائی کی وجہ سے آپ کو کافی حد تک سہارا تھا آپ بتاتی ہیں کہ جب بھائی کے ہاں پہلا بیٹا عبدالرب ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوا تو تین سال تک (یعنی آپ کی شادی تک) اسے آپ نے اپنے پاس رکھا۔ بعدازاں حضرت خلیفہ اولؓ کے مشورہ سے ۱۹۱۲ء میں آپ کی شادی حضرت مولانا غلام رسول صاحب افغان سے طے پائی اور آپ کچھ عرصہ حضرت امام اولؓ کے مکان میں رہیں یہاں ہی آپ کی پہلی بیٹی زینب بیگم ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئیں جو خاکسار کی رضاعی ہمشیرہ ہیں۔ پھوپھی جان بتاتی ہیں کہ حضرت امام اولؓ آپ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور ۴۰ یوم تک متواتر اپنے گھر سے یخنی تیار کروا کر بھجواتے رہے آپ حضرت امام ثانیؓ کی صاحبزادی امتہ الرشید اور صاحبزادہ مرزا ظفر احمد ابن حضرت میاں شریف احمد صاحب کی بھی رضاعی والدہ ہیں۔ اب آپ کو کچھ کچھ پنجابی اور اردو زبان بھی سمجھ آنے لگی۔ اور کچھ عرصہ بعد آپ اپنے بھائی کے قریب محلہ باب الانوار میں منتقل ہوگئیں۔ اور محلہ کی بچیوں کو نماز قرآن کریم اور دین کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دینی تعلیم اور دین سے شغف والا حصہ آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملا ہے۔ آپ بہت دعاگو۔ پابند صوم و صلوٰۃ نیکی کی ہدایت کرنے والی اور رویا صادقہ سے متصف خاتون تھیں تقسیم ملک کے بعد آپ اپنے خاوند کے ہمراہ ننکانہ صاحب منتقل ہوگئیں اور مزیدار بات یہ کہ یہاں آکر بھی آپ نے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینی شروع کر دی ننکانہ صاحب کا شاید ہی کوئی گھر ہو

جس کی بچیوں نے یہاں سے قرآن کریم نہ پڑھا ہو اور یہ سلسلہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی بیٹی عزیزہ امتہ الباسط نے جاری رکھا جو آج تک جاری ہے کیا یہ بات اس بات کے ثبوت کے لئے کافی نہیں جو حضرت بزرگ صاحب نے فرمائی کہ ہمارے آباء و اجداد اچھے پڑھے لکھے اور صاحب علم تھے۔ قرآن کریم پڑھنے والی بچیوں میں زیادہ تعداد غیر از جماعت سے ہے اور یوں یہ گھرانہ خود بخود دعوت الی اللہ بھی سرانجام دے رہا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس گھرانے کا حافظ و ناصر ہو اور اسے اپنے فضلوں اور اپنے بزرگوں کی نیک روایات اور دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

حضرت پھوپھی جان کی اولاد

آپ کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوا ایک بیٹی کلثوم بیگم مئی ۱۹۴۱ء زمانہ طالب علمی میں فوت ہوگئی تھیں۔ سب سے بڑی بیٹی زینب بیگم اہلیہ حضرت مولوی محمد شہزادہ خان مولوی فاضل ہیں۔ جو خاکسار کی رضاعی ہمشیرہ ہیں آپ ۱۹۹۴ء میں لاہور میں فوت ہوئیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ آپ کے چار بیٹے محمد الطاف خان، محمد شفیع خاں، محمد رفیع خان، محمد اکرام خان اور ایک بیٹی سلمیٰ راشدہ ہے۔ پھوپھی جان کی دوسری بیٹیوں کے نام سکینہ بیگم اہلیہ مصلح الدین احمد شہید پشاور اور امتہ الکریم اہلیہ عبدالمجید ناصر آف کراچی ہیں۔ آپ کے بیٹے کا نام عبدالکریم خان ہے اور سب سے چھوٹی بیٹی کا نام امتہ الباسط ہے۔

معزز قارئین اس تفصیل کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ حضرت عبدالستار خان المعروف بزرگ صاحب کے بارہ میں احباب جماعت کی معلومات کم ہیں اور آپ کے بھتیجے عبداللہ خان اور بھتیجی عائشہ بیگم کے بارہ میں تو بہت کم لوگوں کو علم ہے جن کی اولاد ماشاء اللہ بہت وسیع ہے۔ جن میں سے بعض کل وقتی اور بعض جز

وقتی طور پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات پر مامور ہیں۔ خلافت سے وابستگی اور امام جماعت کی اطاعت ان کی زندگی کا ستون ہے ظہور امام الزمانؑ اور آپ کے دعویٰ مہدیت کی اطلاع آپ کو حضرت سید عبداللطیف قربان راہ مولا اور حضرت بزرگ صاحب کے توسط سے ملی اور خدا کے فضل سے دین حدیٰ کی خدمت و اطاعت امامت پر قائم ہیں۔

آپ بیتی

آخر میں خاکسار مختصراً اپنے اور اپنی اہلیہ سیدہ ناصرہ خان مرحومہ کے بارہ میں چند باتیں پیش کرنا چاہتا ہے۔ ۱۹۳۴ء میں خاکسار مدرسہ احمدیہ قادیان کا آخری امتحان پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخل ہوا۔ اس زمانہ میں احمدیہ کالج بیت النور کے غربی جانب واقع تھا اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کالج کے پرنسپل تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے ہی سال ۱۹۳۶ء میں خاکسار نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۵-۳۶ء میں خاکسار کو حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ سے آپ کے گھر پر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ منطق و فلسفہ کا مضمون جو دیگر مضمونوں کے مقابلہ میں ایک سخت خشک مشکل اور پیچیدہ مضمون سمجھا جاتا تھا۔ تعجب ہوتا کہ آپ کس قدر تحمل سے بار بار کی تشریح و تشبیہات سے بڑی وضاحت کے ساتھ مضمون سمجھاتے۔ اس دوران خاکسار کو متعدد بار حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ مختلف سفروں میں بطور باڈی گارڈ ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ جس کے لئے باقاعدہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے اطلاع آتی۔

حضرت امام ثالثؒ کی مبارک شادی میں شرکت اور حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ سفر فیروز پور

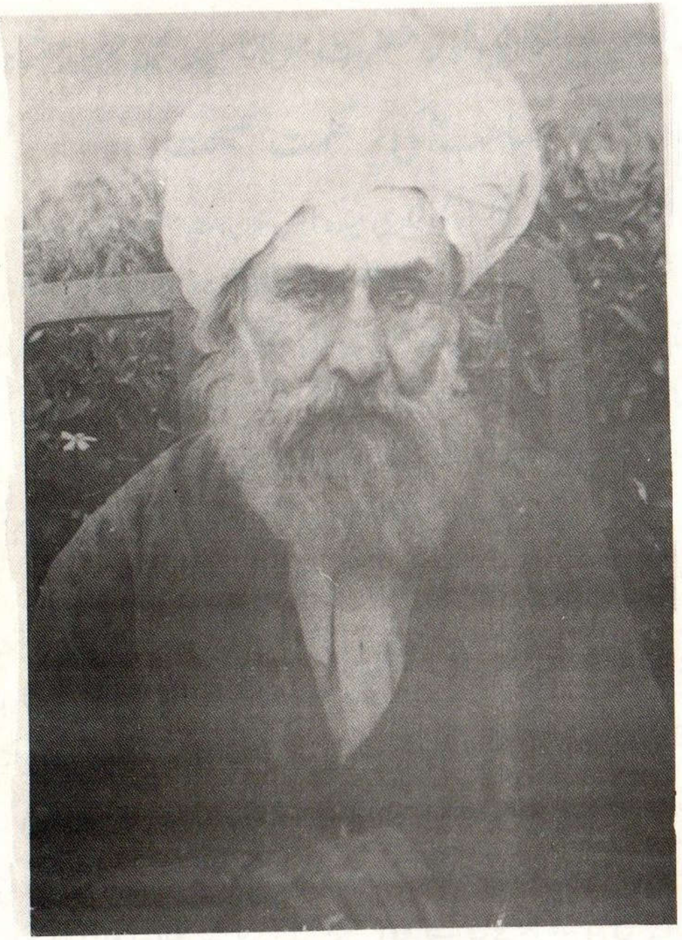
ان میں صرف دو سفروں کا ذکر جو خاکسار کی زندگی کے یادگار سفر ہیں ایک مالیر کوٹلہ کا سفر حضرت امام ثالثؒ کی بابرکت شادی اگست ۱۹۳۴ء کا یادگار سفر ہے حضور کے ہمراہ ایک اچھا خاصا قافلہ تھا حضرت نواب محمد علی خان کی کوٹھی دارالاحسان شیروانی کوٹ کے اندر تقریباً ۷۰ فٹ لمبے برآمدہ میں چاء کے ساتھ انواع و اقسام کی مٹھائیوں اور نمکیات کا کوئی شمار نہ تھا۔ بہت پر لطف اور مبارک سفر تھا اس سے بھی زیادہ یادگار سفر حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ فیروز پور کا سفر تھا اس سفر کی خاص بات یہ تھی کہ خاکسار کو حضور کے عین سامنے فرشی دسترخوان پر اکٹھے کھانا کھانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ یوں کہ جس کوٹھی میں حضور کا قیام تھا صاحب خانہ نے اس کے ایک بڑے کمرے میں فرشی دری پر لمبے لمبے دسترخوان بچھا رکھے تھے۔ پہلے دسترخوان کے ایک سرے پر حضور کے عین سامنے خاکسار بیٹھا تھا سالن کے ہمراہ گرم گرم چپاتیاں ساتھ ساتھ آتیں حضور پرنور چپاتی سے ایک نوالہ توڑتے اور اسے شوربہ میں بھگو کر تناول فرماتے خاکسار نے دیکھا کہ آپ کا دھن مبارک متحرک ہے مگر آواز بالکل ندارد۔ زندگی کا یہ نہ بھولنے والا حسین منظر آج بھی خاکسار کے چشم تصور میں محفوظ ہے اور خاکسار کی زندگی کا انمول سرمایہ ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا غالباً یہ سفر ۱۹۳۴ء کے پہلے نصف کا ہے۔

حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ ایم اے کے ساتھ بطور P.A

مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد ۱۹۳۶ء میں خاکسار حضرت میاں بشیر احمدؓ ایم اے کے پاس بطور P.A ملازم ہوگیا۔ اس زمانہ میں حضرت میاں ناصر احمد امام ثالث۔ مرزا نصیر احمد صاحب اور جناب ایم ایم احمد صاحب بسلسلہ تیاری تعلیم لندن دیال سنگھ منشن مال روڈ لاہور میں مقیم تھے اور خاکسار کو حضرت میاں صاحب ممدوح کے ارشاد کے تحت بسلسلہ کتب و دیگر امور اکثر لاہور ان کے پاس آنا جانا تھا اس کے علاوہ حضور کا اس ناچیز پر اس قدر اعتماد تھا کہ بہت ساری پرائیویٹ۔ ذاتی اور گھریلو قسم کے امور بھی خاکسار کے فرائض میں شامل تھے حضرت میاں صاحب کا سلوک خاکسار کے ساتھ انتہائی مشفقانہ اور مربیانہ تھا کسی قسم کی غلطی کی صورت میں بڑے پیار اور مربیانہ انداز میں سمجھاتے اور اصلاح فرماتے۔ آپ کی صحبت و تربیت کے یہ دن خاکسار کی زندگی کے مشعل راہ بنے سچ تو یہ ہے کہ خاکسار نے جو کچھ یہاں سے سیکھا آپ کی تربیت اور دعاؤں کی طفیل پوری زندگی کا ضامن بنا۔ ۱۹۳۸ء میں جب خاکسار ملازمت سے فارغ ہوا تو آپ نے ایک نہایت اعلیٰ اور جامع سرٹیفکیٹ انگریزی میں لکھ کر دیا خاکسار کا خیال ہے کہ اس قسم کا سرٹیفکیٹ شاید ہی کسی کے حصہ میں آیا ہو جو خاکسار کی خوش قسمتی کی دلیل ہے اس سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی برائے ملاحظہ شامل ہے۔ خدا شاہد ہے کہ اس سرٹیفکیٹ کی برکت سے محض میٹرک انگلش ہونے کے خاکسار نے ۳۰ سال تک لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن میں کامیاب ملازمت کی۔

اس کے بعد خاکسار کچھ دنوں کے لئے اپنی ہمشیرہ حبیبہ خانم اہلیہ ملک محمد

اسماعیل صاحب ذبیح مرحوم مولوی فاضل سے ملنے سندھ گیا اور ۱۹۳۸ء میں ہی خاکسار شاہدرہ لاہور آگیا یہاں کچھ عرصہ خاکسار نے جماعت شاہدرہ کے بطور قائد خدام الاحمدیہ فرائض انجام دیئے۔ اور ۱۹۴۱ء میں خاکسار جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے کی سفارش بنام ملک محمد ظفرالحق خان میونسپل کارپوریشن لاہور میں ملازم ہوا۔



حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ

خاکسار کی شادی اور حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کی پر حکمت نصیحت

اکتوبر ۱۹۴۲ء میں خاکسار کی شادی سیدہ ناصرہ خان بنت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ سے ہوئی یہ شادی حضرت امام ثانیؓ سے حضرت مولوی صاحب ممدوح کے مشورہ اور منظوری سے عمل میں آئی۔ بیٹی کی رخصتی کے موقعہ پر حضرت مولوی صاحب نے ایک نہایت جامع اور پر حکمت نصیحت فرمائی "فرمایا میاں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تم رہو بیٹی کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے اسے اپنے ہمراہ رکھنا" حضرت مولوی صاحب کو علم تھا کہ خاکسار کا بسلسلہ ملازمت لاہور میں قیام تھا لہٰذا یہ نصیحت کس قدر گہرائی اپنے اندر رکھتی ہے الفاظ سے عیاں ہے۔

بیٹی کو جائیداد سے حصہ اور نصیحت

بیٹی کو جائیداد سے حصہ دیتے وقت جو ایک سادہ کاغذ پر تحریر تھی اور ایک قطعہ اراضی پر مشتمل تھی جس پر چوہدری عطا محمد صاحب کلرک دفتر وصیت اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی شہادت درج تھی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "بیٹا مجھے علم ہے جائیداد کے لحاظ سے یہ حصہ بہت کم ہے مگر پھر بھی تم نے بھائیوں سے کوئی جھگڑا نہیں کرنا اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ڈالے گا" خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تقسیم ملک کے بعد خاکسار نے جس مکان میں رہائش اختیار کی حکومت کی طرف سے یہ مکان اسی پلاٹ کے عوض مجھے الاٹ کر دیا گیا جو آج تک خاکسار کے پاس ہے جو آپ کی دعاؤں کی برکت کا ایک

زندہ ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ خاکسار جب کبھی لاہور سے قادیان آتا یا قادیان سے لاہور روانگی کے وقت آپ اکثر خاکسار کے گھر تک ملاقات کے لئے تشریف لاتے ظاہر ہے یہ ایک والد کا اپنی اولاد کے ساتھ ایک قدرتی اور فطرتی پیار اور شفقت کا مظاہرہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اپنے تخت کے سایہ میں رکھے آمین۔ رخصتی کے موقع پر ہمیں سب سے پہلے بذریعہ کار بیت الدعا لے جایا گیا۔ کار میں ہمارے ساتھ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی ایک بہت بڑی ہستی تھی جن کا نام مصلحتاً ظاہر نہیں کیا گیا۔

بیت الدعا میں نوافل

بیت الدعا میں ہم نے اکٹھے نوافل ادا کئے۔ اور پھر واپس گھر آئے اس سے اگلے روز دعوت ولیمہ کا اہتمام تھا اس دعوت میں حضرت قمرالانبیاء میاں بشیر احمد صاحب ایم اے نے ازراہ شفقت شمولیت کی منظوری عطا فرمائی تھی یہاں ایک زبردست حادثہ پیش آگیا۔

دعوت ولیمہ میں کڑوا گھیہ کدو

ہوا یوں کہ سالن کے اندر جو گھیہ کدو ڈالا گیا تھا وہ سخت کڑوا تھا جب کھانا لگ چکا دوست اس انتظار میں تھے کہ حضرت میاں صاحب بسم اللہ فرمائیں تو کھانا شروع ہو۔ جونہی حضرت میاں صاحب نے چپاتی سے نوالہ توڑا اور اسے شوربہ میں بھگو کر دہن مبارک میں رکھا تو خاکسار نے بھی نوالہ منہ میں لیا خاکسار آپ کے داہنے جانب بیٹھا تھا نوالہ منہ میں لیتے ہی خاکسار کا ہاتھ جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ اور خاکسار کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ خاکسار نے اباجی کی طرف دیکھا۔ شوربہ میں جو گھیہ کدو ڈالا گیا تھا وہ سخت کڑوا تھا خاکسار ہاتھ روکے

Mirza Bashir Ahmad, M.A.
QADIAN

- بسم اللہ -

Certified that Abdul Rahim Khan Adil (maulvi fazil & matriculate in English) worked under me as my clerk for about two years. I found him willing & intelligent and a fairly hard worker. He should do well as a teacher or a clerk or in any subordinate administrative capacity.

Qadian
June 1937

Mirza Bashir Ahmad

منتظمین کی طرف دیکھ رہا ہے اور سالن کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ مگر آفرین ہے اس فارسی النسل شہزادہ پر کہ جس کی رگوں میں مہدی آخر الزمانؑ کا خون تھا کہ آپ نے قطعاً قطعاً کسی کو محسوس تک نہ ہونے دیا کہ قیمہ کڑوا ہے اور بغیر رکے کھانے کے تسلسل کو جاری رکھا محض اور محض اس لئے کہ اگر آپ نے ہاتھ کھینچ لیا تو سب کے ہاتھ اٹھ جائیں گے۔ اور اس طرح اہل خانہ کی سبکی ہوگی۔ کوئی بتائے اس عظیم الشان خلق کی مثال سوائے فارسی النسل مغل شہزادے کے اور کہاں سے مل سکتی ہے؟ یہاں سے ہی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی کونپلیں پھوٹتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں آپ کی روح پر۔

سیدہ ناصرہ خان

خاکسار کی اہلیہ سیدہ ناصرہ خان بہت زیرک، بہت قابل اور بہت نیک خاتون تھیں آپ ادیب فاضلہ تھیں بہت اچھی نثر نویس تھیں کبھی کبھی شعر و شاعری پر بھی طبع آزمائی کرتیں۔ ۱۹۴۲ء میں جب آپ خاکسار کے عقد میں آئیں تو اس وقت خاکسار لاہور کارپوریشن میں محض ایک کلرک تھا اور خاکسار کی تنخواہ کے علاوہ اور کوئی آمدن نہ تھی لیکن ان کی حسن تدبیری اور خاوند سے تعاون کی یہ ایک مثال تھی کہ باوجود اتنے بڑے شہر کے باسی ہونے اور باوجود مہمانوں کے عام آمدورفت کے کبھی کسی چیز کی تنگی کمی یا عدم موجودگی کی شکایت نہیں کی شکایت تو دور کی بات ہے کبھی احساس ہی نہیں دلایا بڑی صابرہ بڑی ہمت والی بڑی خدمت گذار اور بڑی مہمان نواز ساتھی تھیں مہمانوں کی زیادہ آمدورفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ خاکسار کی دو بہنیں سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں بیاہی ہوئی تھیں جن کا تعلق ایک طرف سیالکوٹ اور دوسری طرف بوریوالہ سے تھا اور ان کو اکثر سیالکوٹ سے بوریوالہ اور بورے والہ سے سیالکوٹ آنا جانا رہتا اور راستہ میں لاہور میں ہمارے گھر قیام

کبھی دنوں اور بعض اوقات ہفتوں ہوتا کوئی علاج کے سلسلہ میں اور کوئی امتحان کے سلسلہ میں قیام کرتا۔ لیکن اس خدا کی بندی نے ہر آنے والے کا استقبال خندہ پیشانی کے ساتھ کیا اور دن ہو یا رات اسی وقت خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاتیں قیام پاکستان کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوگیا ایسا وقت بھی خاکسار نے دیکھا کہ مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے گھر میں سونے کے لئے جگہ نہیں بچی تو اس خدا کی بندی نے پوری رات چولہے کے پاس بیٹھ کر گزار دی اور اف تک نہ کی مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے خدا سے اس کا اجر ضرور پائے گی۔

آپ نے فیملی پلاننگ کی ٹریننگ لے رکھی تھی اس سلسلہ میں کچھ عرصہ گجرات میں ملازمت بھی کی لیکن یہ ملازمت کسی مجبوری کے تحت نہ تھی بلکہ محض تفریح اور خدمت خلق کے جذبہ کے تحت تھی اس لئے کہ اس دوران آپ کی صحت پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا آپ نے گھر میں فسٹ ایڈ کے علاوہ اور مختلف قسم کی ادویات رکھی ہوئی تھیں۔ محلہ میں کسی بچہ کو چوٹ لگ گئی ہے ماں بچے کو اٹھا کے آتی ہے زخم سے خون بہہ رہا ہے۔ آپ فوراً خون صاف کر کے پٹی کر دیتیں نزلہ بخار سردرد کمردرد اور اندرونی تکلیف کی گولیاں عورتیں گھر سے مفت لے جاتیں بعض T.B کے مریضوں کو لمبے عرصہ تک ٹیکے لگائے اور کسی سے پیسہ تک نہیں لیا خاکسار نے دیکھا کہ دوران ملازمت گجرات میں ایسے کیس بھی آئے کہ جن عورتوں کے ہاں بچہ نہیں ہوتا تھا آپ نے اس کا علاج کیا اور اسے عرصہ دراز کے بعد بچہ پیدا ہوگیا آپ کا حلقہ عقیدت دیہات میں بہت وسیع تھا جب کسی عورت کو علم ہوتا کہ آپ کا تعلق سادات سے ہے تو وہ آپ کے برابر نہ بیٹھتی تھی عقیدے کے معاملہ میں بھی آپ بہت سخت تھیں اور دعوت الی اللہ کا کوئی موقعہ جانے نہیں دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ گجرات میں ڈسٹرکٹ آفیسرز میٹنگ میں ایک

ڈسٹرکٹ آفیسر نے آپ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آپ مرزائن ہیں۔ آپ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور کہا "سر میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں دوسری شریک میٹنگ لڑکیاں بہت حیران ہوئیں بعد میں انہوں نے آپ سے کہا کہ باجی آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ آپ نے جواب میں کہا کہ ڈر کس بات کا ڈر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہونا چاہئے۔

محلہ کی اکثر لڑکیوں نے آپ سے قرآن کریم پڑھا بعض سکول کی بچیاں بھی پڑھنے آتیں اور بعض کو میٹرک کے بعد ملازمت بھی دلوائی آپ دوسرے کے دکھ اور غم کو بہت محسوس کرتیں کئی ضرورت مند آپ سے ادھار رقم لے جاتیں بعض اپنی امانتیں رکھوا جاتیں۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ کوئی سوالی در سے خالی نہ جائے۔ آپ کا کہنا تھا کہ مجھے خدا نے سب بہنوں سے زیادہ لمبی عمر عطا کی ہے شاید یہ غریبوں کی دعاؤں کے طفیل ہے۔

آپ نے بتایا کہ جب آپ کی بڑی بہن حلیمہ اہلیہ سیٹھ محمد سعید صاحب زیادہ بیمار ہوئیں یہ پونا (انڈیا) سے واپسی کی بات ہے تو اس وقت ان کے بیٹے کمال یوسف کی عمر صرف ۶ ماہ تھی ان کی بہن نے کہا کہ ناصرہ کمال کو لے لو اور مجھ سے علیحدہ رکھو غالباً آپ کو احساس ہو گیا تھا کہ جو موذی مرض آپ کو لاحق ہے وہ جان لیوا ہے تو آپ نے کمال یوسف کو گود لے لیا اس کے ٹھیک دو ۲ ماہ بعد اکتوبر ۱۹۳۴ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ اس وقت آٹھویں کلاس کی طالبہ تھیں پڑھائی کے علاوہ جوانی کی نیندیں اور بچے کی دیکھ بھال اللہ تعالیٰ کے فض سے تمام مراحل بخیر و خوبی انجام پائے عزیزی کمال یوسف کو قرآن کریم پڑھایا حتی کہ وہ سکول میں داخل ہو گیا اس پر ساتھ ساتھ ان کی نانی اماں اور نانا ابا کی توجہ بالخصوص ان کی دعائیں بہت زیادہ سہارے کا باعث تھیں کون کہہ سکتا ہے کہ آج عزیزی

کمال یوسف کس کی دعا سے بیرون ملک سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بطور مربی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے کام میں برکت ڈالے اسے اپنی نوازشوں سے نوازے اور اس کی عمر میں برکت ڈالے اس کی اولاد کو اس کی نیک اور اچھی روایات کا وارث کرے آمین۔

غرض بہت دعا گو وظیفہ گذار۔ غریب پرور۔ صوم و صلوۃ کی پابند اور اپنے خاوند کی حد درجہ خدمت گذار خاتون تھیں ان کی صبح کی شروعات نماز کے بعد قرآن کی تلاوت کم از کم ایک سپارہ سے ہوتی اور یہ سلسلہ سالہا سال سے جاری چلا آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی روح کو اپنے عرش کے سایہ میں رکھے اور آپ کی اولاد کی اولاد کو ان کی دعاؤں کا وارث کرے اور سلسلہ اور نظام خلافت کا خادم بنائے رکھے کہ یہی دنیا و آخرت کی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔

آپ کی اولاد

آپ کی اولاد دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹوں کے نام عبد الصمد خان طاہر اور احسان الصمد خان ہے اور بیٹی کا نام ثمینہ خان اہلیہ عزیزی مشہود احمد بھٹی پسر محمد لطیف صاحب بھٹی آف کوئٹہ ہے ماشاء اللہ یہ سب بھائی بہن شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں بلکہ بڑے بیٹے کی بیٹیاں بھی شادی شدہ ہیں تفصیل اس طرح ہے۔

عبد الصمد خان طاہر کی اولاد

عامر مسعود خان بیٹا۔ بیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۲۔ در ثمین ۳۔ در عدن ۴۔ در شاہوار ماریہ ۵۔ اور میمونہ ماہم

احسان الصمد خان کی اولاد

دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے بیٹوں کے نام محمد شہروز خان اور داؤد احمد خان سلمان ہے بیٹی کا

نام حرا خان ہے۔

آپ کی بیٹی ثمینہ خان کے بچوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ سعدیہ انیلا ۲۔ عظمیٰ مشہود ۳۔ عمران احمد ۴۔ ارسلان احمد ۵۔ فرحان احمد عرف غالی ہے۔

قارئین محترم جیسا کہ کاکسار عرض کر چکا ہے کہ خاکسار کی والدہ حلیمہ بیگم کا حضرت مسیح موعودؑ کے نواسوں نواب محمد احمد خان اور نواب مسعود احمد خان کو اپنا دودھ پلانے اور حضرت نواب مبارکہ بیگم کا عبدالرب خان کو دودھ پلانے سے حضرت بزرگ صاحب کے خاندان کا خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے روحانی تعلق کے بعد رضاعی تعلق قائم ہوا اسی طرح خاکسار کی شادی سیدہ ناصرہ خان بنت حضرت سید مولوی سید محمد سرور شاہؓ سے طے پانے کے بعد یہ رشتہ مزید ڈبل ہو گیا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی عزیزہ محترمہ امتہ الحکیم بیگم صاحبہ کی شادی عزیزی سید داؤد مظفر شاہ ابن حضرت سید محمود اللہ شاہ سے ہوئی۔ سید داؤد مظفر شاہ کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ کبریٰ ہیں جن کا شادی کے بعد نام سیدہ محمودہ رکھا گیا جو حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی بیٹی ہیں یوں ناصرہ خان ایک طرف سید داؤد، مظفر شاہ کی خالہ ہیں اور دوسری طرف آپ کے بیٹوں اور عزیزہ امتہ الحکیم صاحبہ کی اولاد کی دادی کی بہن دادی ہوئیں۔

ایک اور مشابہت

جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مئولف اصحاب احمد جلد ۵ کے صفحہ ۶ پر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کے شجرہ نسب کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت سید عبدالقادرؒ کی اولاد میں سے سید محمود البغدادیؒ بغداد سے ٹھٹھہ کے علاقہ میں آئے" جو مشہور بزرگ ولی اللہ حضرت سید شاہ محمد غوث قادریؒ جن کا مزار بیرون دہلی گیٹ لاہور میں ہے کے دادا ہیں اور ان کی چھٹی پشت میں حضرت سید محمد سرور شاہ

صاحبؓ کے والد محترم حضرت سید محمد حسن شاہ صاحب ہیں۔

حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت اپنی کتاب حضرت شہزادہ سید عبداللطیف شہیدؓ کے صفحہ ۸۲ پر حضرت بزرگ صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں "میرے دل میں خیال پیدا ہوا یہ لوگ جو اچھے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہوں گے مجھے بھی ان کو دیکھتے ہوئے طلب علم کا شوق پیدا ہوا تب میں نے تعلیم پانے کے لئے باہر جانے کو کمر باندھی اور میں ان لوگوں کے ساتھ ہو گیا جن کا لگاؤ قادری سلسلہ سے تھا"۔

اور جناب صاحبزادہ ابوالحسن قدسی صاحب کے بیان کے مطابق بزرگ صاحب خوست کے علاقہ منگل کے اندر غریب زئی کے رہنے والے تھے اور یہ کہ بزرگ صاحب کا خیال تھا کہ غریب زئی عربی النسل ہیں۔ خاکسار ابتداء میں تاریخی حوالہ سے یہ ثابت کر چکا ہے کہ افغانستان کے صوبہ خوست میں جو منگل قوم آباد ہے یہ کودی کی نسل سے ہے، جو سید قاف کا پوتا ہے اور جس کی والدہ سید زادی ہے لہٰذا اس بات کا قوی امکان ہے کہ غریب زئی اس کی کوئی شاخ ہو جس کا شجرہ نسب حاصل ہونے پر قطعی تصدیق ہو سکے گی اور اس طرح حضرت بزرگ صاحب کے خاندان کی حضرت مولوی صاحب موصوف کے خاندان سے نسبی مشابہت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

محترم قارئین یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ رضاعی رشتوں کا اتنا وسیع سلسلہ کیا یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع یا سوچ کا نتیجہ ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر لازماً ماننا پڑتا ہے کہ یہ سب حضرت عبدالستار خان افغانؒ المعروف بزرگ صاحب کے بلند روحانی مقام اور تعلق باللہ کا واضح ثبوت ہے جو آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی اور آپ پر ایمان لانے سے حاصل ہوا جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا من لم

یعرف امام زمانہ فقد مات میتہ الجاہلیتہ گویا امام الزمانؑ کے دائرہ میں شامل ہوئے بغیر کوئی انسان براہ راست اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور اس کے عرفان کا حصول بہت بڑے مجاہدہ کا متقاضی ہے اور بمطابق ارشاد حضرت مصلح موعودؓ اس مقام پر وہی شخص پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے کامل تعشق--- کامل عبودیت- کامل توکل پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ کے عشق و محبت میں گداز ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے- اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان بزرگ صاحبؓ پر اپنے فضلوں برکتوں اور رحمتوں کا سلسلہ جاری رکھے- اس لئے کہ اس کے فضل کے بغیر کوئی چیز ممکن نہیں اور خدا کرے کہ جماعت میں بکثرت ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو اس کے عرفان اور لقاء مع اللہ کی دولت سے مالا مال ہوں-

حضرت بزرگ صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعوئ مہدیت کی صداقت کے سلسلہ میں اپنے حلفیہ بیان میں فرماتے ہیں

"الغرض اس نبوت کو جو قرآن شریف نے جائز رکھی ہے جیسا کہ آپ اقرار کرتے ہیں نبوت ظلی- بروزی اور عکسی--- تمام کا ایک ہی مطلب ہے- یعنی جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ میں رسول کریمؐ اور تمام انبیاء کا بروز ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا وجود اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کا وجود ایک ہے--- ظاہر میں لوگوں کو یہی نظر آتا ہے کہ مسیح موعودؑ قادیان کے رہنے والے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰؐ تیرہ سو برس پہلے مدینہ منورہ میں مدفون ہو چکے ہیں یہ علیحدہ اور وہ علیحدہ ہیں- مگر خدا تعالیٰ نے احمد قادیانی اور محمد مدنی کا وجود ایک کیا ہے- جن لوگوں کو خدا

نے روحانی بصیرت عطا کی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا وجود اور رسول کریمؐ کا وجود ہو بہو ایک ہی وجود ہے- چنانچہ میں بھی گواہی دیتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور وہ زمین و آسمان کا مالک ہے- جو قادر مطلق ہے کہ میں نے احمد قادیانی اور محمد مدنی کو ایک وجود میں دیکھا ہے اور بار بار دیکھا ہے- اور کوئی فرق ان دونوں وجودوں میں نہیں پایا"-

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوئم ص ۳۰-۲۹)

پیارے قادیان کی چند پیاری یادیں

پیارے قادیان سے بہت ساری پیاری یادیں وابستہ ہیں جیسے طلباء بورڈنگ احمدیہ کا نماز کے لئے قطار میں بیت اقصیٰ جانا اور بعد نماز مغرب مہمان خانہ کے صحن میں حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کا درس حدیث جس کی پرلطف روانگی سادہ اور آسان لفظوں میں ترجمہ اور تشریح ساتھ ساتھ ذہن نشین ہو جاتی- رمضان المبارک میں حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کا بیت اقصیٰ میں درس قران مجید اس کا ترجمہ ایسے لگتا کہ جیسے ایک بحر بیکراں رواں دواں ہے یقین کیجئے اس درس قرآن کی چاشنی پر دوسری چاشنی چھا نہیں سکی البتہ حضرت امام رابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا طرز بیان بالکل جدا چیز ہے آپ جس رنگ میں ترجمہ اور تفسیر بیان فرماتے ہیں میرا یقین ہے اس طرح کی مدلل تشریح اور تفسیر کوئی نہیں کر سکتا- پھر بعد نماز عشاء حافظ محمد رمضان صاحب کا بیت اقصیٰ میں رمضان المبارک کی تراویح پڑھانا اور اسی طرح کبھی بعد نماز مغرب اور کبھی بعد نماز عصر حضرت مصلح الموعودؓ کی بیت مبارک میں مجالس روحانی- یوں محسوس ہوتا کہ پورا کا پورا ماحول ایک پاکیزہ علمی و روحانی فضا سے مملوء ہے اس کے علاوہ سیر و تفریح اور کھیلوں کا انعقاد زنانہ جلسہ گاہ میں والی بال کے میچ اور ٹی

آئی ہائی سکول سے جانب غرب گراؤنڈز میں ہاکی اور فٹ بال کے میچ۔ جس میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد بھی شمولیت فرماتے۔ پھر مناظروں میں شرکت کا تو بڑا ہی مزہ آتا دور و نزدیک قادیان کے مضافات میں ننگل۔ کھارا۔ بھابڑی۔ سائیکلوں پر جانا ان مناظروں میں حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری۔ جناب مولوی محمد سلیم صاحب۔ جناب گیانی عباد اللہ صاحب جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی کے مناظرے ان کے جوابات و استدلال اس قدر پر لطف ہوتے کہ صاف دکھائی دیتا کہ مدمقابل اصل جواب سے ہٹ کر آئیں بائیں شائیں کر رہا ہے اور جناب خادم صاحب کا زیادہ گستاخ یا بے باک مولوی کا بغیر کسی لحاظ سے ترکی بہ ترکی جواب دینا کہ دوسری بار اسے بولنے کی ہمت نہ ہوتی بہرحال صاف محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مسیح اخر الزمان کے شیر دھاڑ رہے ہیں اور آسمان پر بھی مہدی موعودؑ کے نزول کا شور ہے ؎

آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

؎ اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمین آمد امام کامگار

کا سماں آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ اور ہم باواز بلند حضرت امام آخر الزمان کے یہ اشعار پڑھتے ؎

میں وہ پانی ہوں کہ اترا آسمان سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

اور ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال او روبہ زار و نزار

حضرت مسیح موعودؑ کی جے اور احمدیت زندہ باد کے نعروں سے لوٹتے۔

تفریح کے پروگراموں میں اگر کبڈی کے میچوں کا ذکر نہ کیا جائے تو بے انصافی ہوگی ایک ایسے ہی نہ بھولنے والے کبڈی میچ کا حال ملاحظہ ہو۔ یہ میچ نہر کے کنارے موضع رجادہ کے سکھوں سے تھا سکھوں کے بڑے خوبصورت اور کڑیل نوجوان میدان میں تھے۔ ہماری طرف سے بھی خدا کے فضل سے اچھے کھلاڑی تھے جن میں سے دو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ایک سید سعید احمد صاحب ابن ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب تھے اور دوسرے عبدالواحد صاحب سیالکوٹی ہیں۔ سید صاحب درمیانے قد کا جسم سخت ورزشی اور پھرتیلا تھا کبڈی ڈالنے کے لئے فریق مخالف کے پالے میں جاکر کمر کمان کی طرح دوہری کر لیتے اور ہاتھ سامنے پھیلا کر فریق مخالف کے کسی کھلاڑی کو ہاتھ مارتے اور اگر جپھے میں آگئے ہیں تو اس صفائی سے جکڑ سے نکل آتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ اور پھر اس تیزی سے واپس آتے کہ مخالف پکڑتا ہی رہ جاتا۔ اسی طرح عبدالواحد صاحب سیالکوٹی کے کھیل کا تو انداز ہی بڑا منفرد اور جابرانہ تھا۔ اس میچ میں یہ ایک بار کبڈی ڈال کر فاتح کی صورت میں واپس آئے تو دوسری بار ایک بڑے کڑیل سکھ نے ان کو پکڑنے کی کوشش کی یہ کبڈی سیدھے کھڑے ہو کر کھیلتے جب کوئی پکڑنے کی کوشش کرتا تو ہاتھ کی دھول سے پیچھے دھکیل دیتے اس سکھ نوجوان کو بھی ہاتھ لگانے کے بعد آپ سیدھے کھڑے ہوگئے گویا اسے پکڑنے کی دعوت دے رہے ہیں جونہی سکھ پکڑنے کے لئے آگے ہوتا ہے یہ اسے ایک عدد دھول رسید کر دیتے ہیں آپ کے بازو لمبے تھے اور دھول گردن پر ایسے پڑتی جیسے ہتھوڑے کی

ضرب یوں جب سکھ پکڑنے کے لئے آگے آتا آپ اسے دھول رسید کر دیتے اور پرے دھکیل دیتے مگر سکھ ہار ماننے والا نہ تھا تقریباً ۶۰ فٹ کے فاصلہ سے دھولیں کھاتا ساتھ ساتھ آرہا ہے پالے کے قریب سکھ پورے زور سے جھپٹتا ہے اور واحد صاحب بھی اس مرتبہ اس سکھ کو ایسی دھول رسید کرتے ہیں کہ بیچارا چاروں شانے چت زمین پر گرا اور اس کے کیس کھل گئے۔ سکھ شروع سے ہی جو یہ نظارہ بڑی تشویش سے دیکھ رہے تھے کھیل کے میدان میں گھس آئے۔ اور مٹی کے ڈھیلے اٹھا اٹھا کر مارنے شروع کر دیئے ہمارے آدمی بھی میدان میں داخل ہو گئے۔ قریب تھا کہ لڑائی سنگین صورت اختیار کرتی کہ بڑے بڑے آدمیوں نے بیچ میں آکر ہنگامہ ٹھنڈا کیا۔ مگر میچ وہیں ختم ہو گیا تو اس قسم کے تھے ماشاء اللہ ہمارے جوان جو ہر میدان میں خدا کے فضل سے کامیابی اور فتح کے جھنڈے گاڑتے اور قادیان کے نام کا بول بالا کرتے۔

قادیان کی پیاری یادوں میں بیت اقصیٰ سے ملحقہ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے بڑے دروازے کے اوپر حضرت مسیح موعودؑ کے الہام ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء اور یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق جلی حروف میں لکھے ہوئے بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس وقت ہم نے اس پر غور نہیں کیا مگر آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اپنی آنکھوں کے سامنے حضورؑ کی ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت سید عبداللطیف شہیدؓ کا اپنے قافلہ کے ہمراہ افغانستان کے پر پیچ اور پہاڑی نشیب و فراز گھاٹیوں سے گذر کر قادیان آنا حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی خود شہید مرحوم کی زبان مبارک سے آپ کا الہام 'یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق پورا ہوا اس کے علاوہ بھی اور مثالیں ہیں۔ اسی

طرح حضورؑ کا الہام ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء بھی ہم نے پورا ہوتے ہوئے دیکھا جماعت احمدیہ میں ایک نہیں ان گنت مثالیں ہیں کتنے گمنام احمدی ہیں انہوں نے کتنے منصوبوں میں حصہ لیا بعض نے ان منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا مگر اپنے نام ظاہر نہیں کئے یہ سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں شروع ہوا جو آج بھی جاری ہے انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا آپ کا الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا اگرچہ یہ الہام بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔

M.T.A

مگر اس وقت M.T.A کے ذریعہ جس زور و شور سے جاری ہے وہ اپنی مثال آپ ہے جس کی غیر از جماعت بھی مدح سرائی پر مجبور ہیں۔ دنیا میں کتنی بڑی بڑی اسلامی حکومتیں موجود ہیں کسی کو اسلام کے نام پر سیٹلائیٹ سے اسلام کی خدمت کی توفیق نہیں ہوئی۔ یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کے مامور اور آپ کے چوتھے جانشین کے ذریعہ سرانجام پایا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے ۱۶۰ سے زائد ممالک میں جماعت احمدیہ کے مشن اور عبادت گاہیں موجود ہیں جہاں سے ہر روز اللہ تعالیٰ کی کبریائی۔ اس کی عظمت۔ اور اس کی واحدانیت کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ اس کے محبوب رسول محمد ﷺ کا مقدس نام آپکی بعثت کا مقصد اور آپ کی تعلیم کو M.T.A کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا اور پہنچایا جا رہا ہے اور آپ کے خادم حضرت مہدی آخر الزمانؑ کے الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کو ہم پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں کبھی کتابوں میں پڑھا تھا کہ سلطنت برطانیہ پر (وسعت کے لحاظ سے) سورج غروب نہیں ہوتا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے M.T.A کے ذریعہ دنیائے احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا یہ اللہ تعالیٰ کا

اس قدر بڑا فضل اور کرم ہے کہ جس کا جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ M.T.A کی آواز اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں بھی جا رہی ہے جہاں انسانی قدم آسانی سے نہیں جاسکتے۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ ابدالاباد تک جاری رہے اور حضورؑ کے خلفاء اور آپؑ کے جانشین و متبعین اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی عظمت اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نور اور آپؐ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلاتے رہیں اور ہمیں اس کے ثمرات سے بہرہ ور فرمائے--- آمین اے خدا تو اس مہم کے بانی کی عمر اور کام میں برکت ڈال اسے ہر قسم کی مخالفتوں سے بچا اور فتح نصیب فرما۔ آمین اللھم آمین۔

ربنا تقبل منی انک انت السمیع العلیم و تب الینا انک
انت التواب الرحیم

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

یہ تبرکات خاکسار کو حضرت والد صاحب عبداللہ خان افغان صحابی سے منتقل ہوئے اور آپ کو یہ تبرکات اپنے چچا حضرت عبدالستار خان المعروف بزرگ صاحب سے حاصل ہوئیں---

تبرکات کی تفصیل

۱- ایک عدد جاء نماز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

یہ جائے نماز موٹے ہلکے کاسنی رنگ کپڑے کا ہے جس پر سفید دھاریاں ہیں۔ اس زمانہ میں ایسے کپڑے کو عام طور پر لدھیانہ کپڑا کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہ جاء نماز خاکسار نے حضرت نیک محمد خانصاحب غزنوی ابن احمد یا خان صاحب گورنر غزنوی کو دکھایا جب آپ خاکسار کے غریب خانہ واقع اندرون بھاٹی

گیٹ تشریف لائے تھے۔ اس کے ساتھ خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری تبرکات بھی دکھائیں تو آپ نے جاء نماز دیکھ کر فرمایا کہ انہوں نے یہ جاء نماز حضرت بزرگ صاحبؓ کے پاس دیکھا تھا نیز یہ کہ اس جاء نماز پر حضرت مسیح موعودؑ نے نماز پڑھی ہے۔ خاکسار کی درخواست پر آپ نے اس کی تحریری تصدیق خاکسار کو لکھ کر دی۔ جس کی فوٹو کاپی شامل ہے۔ اس جاء نماز کی پیشانی پر گلابی مائل ریشمی دھاگہ سے درج ذیل الفاظ کشیدہ ہیں۔

"جاء نماز حضرت مسیح موعودؑ"

۲- اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی دست مبارک سے تحریر کردہ ایک خط ہے یہ خط حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت نواب محمد علی خانؓ آف مالیر کوٹلہ کے نام تحریر کردہ ہے۔ اس کی فوٹو کاپی شامل ہے۔

۳- اس کے علاوہ دو ۲ اور مختصر تحریریں ہیں جن پر حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک کی تحریر اور حضورؑ کے دستخط نمایاں ہیں۔ ایک تحریر سیر صبح کے بارہ میں ہے اور دوسری تحریر فارسی میں جناب مولوی محمد افغان علاقہ غزنی کی درخواست بیعت کے جواب میں خط کی پشت پر ہے۔

۴- علاوہ ازیں دو ۲ عدد چھوٹی معطر شیشیوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے موئے مبارک ہیں۔

ضروری نوٹ ۱:

یہ تبرکات جماعت عالیہ احمدیہ کی امانت ہیں۔ میری اولاد کو نصیحت ہے کہ اگر کسی وقت وہ ان کی حفاظت سے قاصر ہو جائیں تو جماعت احمدیہ کے سپرد کر دیں تاکید ہے۔

نوٹ ۲ :

خاکسار نے ان تبرکات کا ذکر حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم اےؓ سے کیا تھا حضرت میاں صاحبؓ کے جوابی خط کی فوٹو کاپی شامل ہے۔ اس کے علاوہ خاکسار نے یہ تبرکات حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کو دکھائیں خاکسار کی خواہش پر آپ نے ان تبرکات کے ہمراہ خاکسار کے ساتھ فوٹو کھنچوائی جس کی ایک فوٹو شامل ہے۔

خاکسار محتاج دعا
عبدالرحیم خان عادل

حضرت خان نیک محمد خان صاحب غزنوی کی شہادت

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے عبدالرحیم خان پسر عبداللہ خان افغان مہاجر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پرانے صحابی تھے کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات دیکھے ہیں۔ یہ تبرکات میں نے خود حضرت مولوی عبدالستار صاحب جو حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کے خاص خلفاء میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے پہلے شہید مرحوم کی طرف سے اجازت تھی کہ شہید مرحوم کے نام پر لوگوں سے بیعت لیں اور جو قادیان میں بزرگ صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ کے پاس دیکھے تھے اور بزرگ صاحب نے خود مجھے دکھائے تھے کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ریش مبارک ہیں اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کا جائے نماز ہے۔ جو ہم (یعنی بزرگ صاحب) ان کے لئے (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کے لئے بوقت نماز بچھایا کرتے تھے اور جب حضرت مسیح موعودؑ نماز پڑھ لیا کرتے تھے تو ہم واپس اٹھالاتے تھے۔

اس کے علاوہ میں نے تین عدد تحریرات مبارک حضرت مسیح موعودؑ کی عبدالرحیم خان صاحب موصوف کے پاس دیکھی ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ تین عدد تحریرات مبارک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو تین مختلف خطوں پر جامن رنگ کی روشنائی سے تحریر ہیں جو خود تحریر سے ہی پہچانی جاتی ہیں۔

۲۔ موئے مبارک حضرت مسیح موعودؑ جو حنائی رنگ کی دو چھوٹی شیشیوں میں ہیں۔

۳۔ جائے نماز (مصلیٰ) رنگ ہلکا چاکولیٹ۔ سفید دھاری اور محراب کی جانب سرخ ریشمی دھاگہ سے "جائے نماز مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام" کشیدہ ہے دھاگہ کا رنگ سرخ قدرے سیاہی مائل ہے۔

(دستخط)
نیک محمد خان غزنوی
حال لاہور ۵۷-۱۱-۳

درج ذیل خط حضرت مسیح موعودؑ کے خط کی نقل ہے جسے جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت نے تاریخ میں محفوظ کرنے کے لئے تحریر کروایا۔

مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حجتہ اللہ نواب محمد علی خان صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم --- نحمد ہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

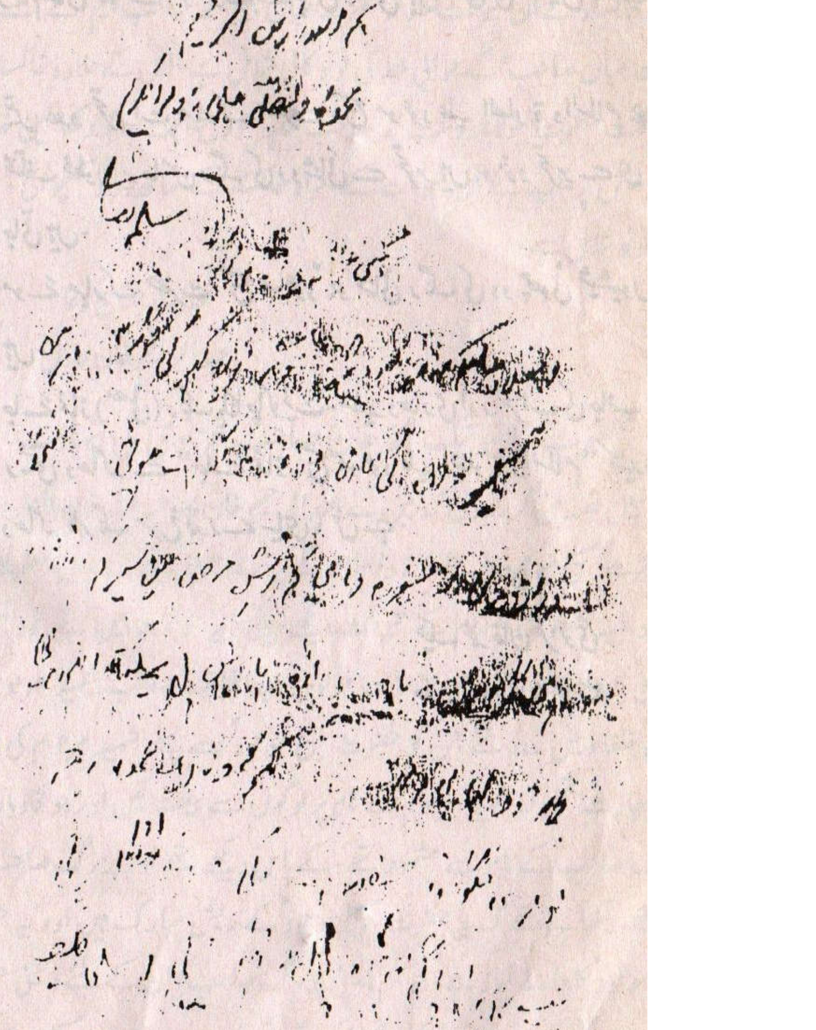
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ چونکہ میرے گھر کے لوگ بیمار ہیں اور ان کو مراق کی بیماری میں سخت گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ اس مرض میں سیر کرنا ضروری ہے مگر وہ اس بیماری میں پیادہ پا نہین چل سکتے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ نواب صاحب کو لکھو کہ وہ ایک عمدہ رتھ کوٹلہ سے منگوا دیں۔ جس قدر قیمت ہوگی وہ خود ادا کریں گی۔ جب رتھ آ جائے گی بعد میں محمل خریدی جائے گی۔ اس کی تکلیف دیتا ہوں جس طرح ممکن ہو آپ اس کا بندبست فرمائیں اور جس قدر قیمت کی ضرورت ہے اس سے مطلع فرمائیں تا اس کی (تعمیل)[۱] کی جاوے۔ خیریت سے مطلع فرمائیں۔

مکرر گذارش ہے کہ ایسی رتھ چاہئے جس میں چھ ۶ سات ۷ آدمی فراغت سے بیٹھ جائیں۔

والسلام دستخط مرزا غلام احمد

---

۱ پڑھا نہیں گیا۔ نوٹ نمبر ۱ یہ مکتوب اندازاً ۱۹۰۱ء کا معلوم ہوتا ہے (الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴) نوٹ نمبر ۲ یہ مکتوب اس وقت خان عبدالرحیم خان صاحب عادل مولوی فاضل پسر حضرت مولوی عبداللہ افغان درویش قادیان مقیم لاہور کے پاس محفوظ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عدالت گورداسپور میں بیان دیتے ہوئے فرمایا "کبھی سیر کو جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ عموماً صبح کے وقت جاتا ہوں۔ شام کو کبھی شاذ و نادر ہی جاتا ہوں میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہیں۔ کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردہ کا پورا التزام ہوتا ہے"۔ (الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴)



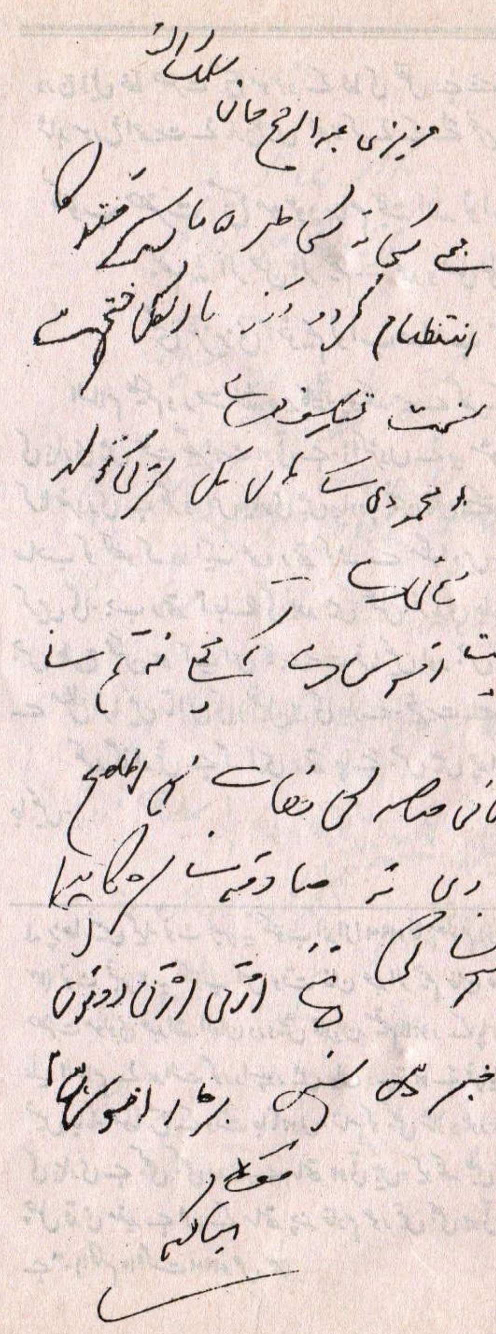
ایک ماں کا بیٹے کے نام خط

عزیزی عبدالرحیم خان سلمہ اللہ

مجھے کسی نہ کسی طرح چار ۵ سیر قند کا انتظام کردو۔ قند بالکل نہیں ہے۔ سخت تکلیف ہے بو محمودی کے ہاں کل لڑکی تولد ہوئی ہے بہت افسوس ہے کہ مجھے نہ تم نے نانی صاحبہ کی وفات کی اطلاع دی نہ صادقہ نے لڑکا پیدا ہونے کی اڑتی اڑتی دونوں خبریں سنیں بڑا افسوس ہوا۔

فقط

(دستخط) مبارکہ


سلمہ اللہ
عزیزی عبدالرحیم خان
مجھے کسی نہ کسی طرح ۵ سیر قند کا
انتظام کردو قند بالکل ختم ہے
سخت تکلیف ہے
بو محمودی کے ہاں کل لڑکی تولد
ہوئی ہے
بہت افسوس ہے کہ مجھے نہ تم نے
نانی صاحبہ کی وفات کی اطلاع
دی نہ صادقہ نے لڑکا پیدا
ہونے کی اڑتی اڑتی دونوں
خبریں سنیں بڑا افسوس ہوا
فقط
مبارکہ

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

بخدمت جناب حضرت اقدس مظهر حسن ازلی و منبع جمال محمدی

خلیفة الله الرحمن سیدنا و مولانا مسیح موعود و مهدی مسعود علیه افضل الصلوات

والتسلیمات والبرکات السلام علیکم و رحمة الله و برکاته — اما بعد عرض اینکه

چنان است که برمن در ملک خود چنین احوال [illegible] آمده بودند — که یکبار در خواب

که نماز میکنم بطرف مغرب و آفتاب نیزه چهار [illegible] غروب نیز بود و دیگر مردم نیز برای [illegible]

پس من اقتدا کرده بودند — بعد از آن بطرف مشرق روی گردان شدم و دیگر [illegible]

مطابق من بطرف مشرق روی گردان شدند [illegible] آفتاب دیدم از طرف مشرق

بر آمده بود — [illegible] امام مهدی [illegible]

بعد از آن هر دو چشم من بیمار شدند [illegible] خواب دیدم [illegible] من [illegible]

نهاد درین هنگام کسی گفت که دوای چشم شما بغیر از امام مهدی نخواهد شد و نیز

حضرت اقدس را در خواب دیدم بمن گفتند [illegible] در چشم خود بنید از ید و دانه [illegible] در چشم بزنید

مرض شما دفع خواهد شد از این خواب [illegible] که دوای امراض من خواه باطنی باشد

خواه ظاهری ان شاء الله تعالی ببرکت [illegible] از این سبب از ملک خود روانه شدم الحمد لله

بفضل الله تعالی وارد قادیان دار الامان [illegible] آرزو دارم که [illegible] مبارک مسیح [illegible]

بیعت بکنم و نیز آرزو دارم که چشم [illegible] که برای من [illegible] دیا غیره [illegible]

[illegible] مال [illegible] و [illegible] حضرت اقدس برای [illegible]

[illegible] الملتمس [illegible]

مولوی محمد [illegible] [illegible]

و معتقدان شهید مرحوم

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

والسلام

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود

مکرمی عبدالرحیم صاحب عادل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا خط امیر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ کی وفات کے متعلق ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء
ایک پینتیس سالہ اچھے ساتھی کی جدائی طبعاً شاق گذرتی ہے مگر ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی
کی طرف واپس جانے والے ہیں جسقدر عرصہ وہ میرے ساتھ رہیں اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اور اب جو
وہ جدا ہوئی ہیں اسمیں بھی یقیناً اسکی کوئی حکمت ہوگی ہم اسکی حکمتوں پر ایمان لاتے ہیں اور
اسکی قضا پر راضی ہیں اور اسی سے صبر جمیل کے طلبگار ہیں اور مرحومہ کے پسماندگان کیلئے اسکے فضل
احسان اور رحم کے سائل ہیں نعم المولیٰ و نعم الوکیل اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جنات نعیم میں جگہ دے اور
اعلیٰ علیین میں اسکا مقام بنائے اور ہمکو جو پیچھے رہ گئے ہیں ایمان یقین اور تسکین
بخشے اور خاتمہ بالخیر فرمادے اللھم آمین۔

والسلام خاکسار
مرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

4/6/52 بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ربوہ
6.4.52

مکرمی محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط محررہ 4/6/52 کا موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ
انہیں مغفرت و رحم فرمائے اور آپ کے والد
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا حافظ و ناصر ہو اور
ان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا کرے۔
حضرت اماں جان کی حالت تشویشناک حد تک
نازک ہے ان کے لئے دعا جاری رکھیں

(مرزا بشیر احمد)

3292
6.4.52

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی قائد صاحب مجلس [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — 2495 / 19/12

اطلاعاً تحریر ہے کہ صدر محترم نے مندرجہ ذیل انتخاب کی منظوری
عطا فرما دی ہے۔ از راہ کرم نئے عہدیداران کو فوری طور پر
چارج دلا کر [illegible] کر دیں۔ نیز باقاعدہ کام شروع کر دیں
نیز نئے قائد صاحب اور سیکرٹری مال کے دستخط بھی بھجوا دیں۔

والسلام

قائد: عبد الرحیم صاحب

سیکرٹری مال: غلام محمد صاحب

سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ قادیان